و منهم امیّون لا یعلمون الکتٰب الّآ امانیّ و ان ھم الاّ یظنّون

اصلاح الظنون

فی جواب

ابن خلدون

……از……

حضرت علّامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ

www.khalifatullahmehdi.info

سلسلہ مطبوعات ۔۳

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی، حیدرآباد

نام کتاب	:	اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون
مصنف	:	حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ
طبع	:	دوم
سنہ اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۰۲ء م شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
ناشر	:	علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی حیدرآباد
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔فون 4529428
طباعت	:	گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد۔فون 4607075
قیمت	:	پندرہ روپے Rs. 15/-

ناشر

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیرآباد، حیدرآباد 500020

☎ 55588316 Cell: 98491-70775

اللہ نے دیا ہے

برائے ایصالِ ثواب

والدہ محترمہ سیدہ آمنہ بانو مرحومہ زوجہ مولوی سید اسد اللہ عباسؔ ید اللّٰہی مرحوم

www.khalifatullahmehdi.info

فہرست

صفحہ	عنوان	فصل
۷	خبر متواتر کے عدد رواۃ میں اختلاف رائے	۱
۸	راویانِ خبر متواتر میں عدالت شرط نہیں ہے	۲
۱۰	خبر متواتر کی تعریف	۳
۱۱ ۱۲	خبر مجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے ابن خلدون قائل ہے کہ خبر مجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے	۴
۱۲	خبر مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر معنوی ہے	۵
۱۳	ہر جرح پر تعدیل مقدم نہیں ہے	۶
۱۶	ابن خلدون کا قول کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہو گیا ہے صحیح نہیں ہے	۷
۱۷	خبر متواتر کو کسی شرط کے اعتبار سے جانچنے کی ضرورت نہیں ہے	۸
۱۸	ابن خلدون کے خیال میں مجروح حدیثیں اور اس کے ہر اعتراض کا جواب	۹
۳۴	بعثت مہدیؑ کے مسئلہ میں اصول محدثین کے خلاف مورخ کی رائے زنی اور اس کا جواب	۱۰
۳۵	ظہور مہدیؑ کے تعلق سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا بیان	
	ضمیمہ	
۳۷	اصطلاحات حدیث	
۳۹	تاریخ وفات ائمہ حدیث و رواۃ	

عرضِ حال

ساری تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے جوساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔قادر مطلق ہے۔درود وسلام خاتمین علیہما السلام پراوران کی آل واصحاب پر۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ مجھے اپنے جدامجد حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ کی تالیفات کے تحفظ واشاعت کی توفیق واستطاعت عطافرمائی۔چنانچہ اس مقصد کے لئے ''علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی'' کا قیام عمل میں لایا گیا اور دو کتابیں ''علامہ شمسی مشاہیر کی نظر میں'' اور ''رسالتہ المعراج'' شائع کی گئیں۔زیرنظر کتاب ''اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون'' اس اکیڈمی کے سلسلہ اشاعت کی تیسری کڑی ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن نصف صدی قبل ادارۂ شمسیہ چنچل گوڑہ حیدرآباد کے زیراہتمام شائع ہوا تھا جواب نایاب ہے۔دورحاضر میں اس کی افادیت کے پیش نظر اہل علم کی خواہش پر اس کو دوبارہ طباعت سے آراستہ کیا جارہا ہے۔

عبدالرحمٰن ولی الدین ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) کی تالیف ''مقدمہ ابن خلدون'' ہر دور میں متنازعہ رہی ہے۔اور کئی علماء نے اس کے مختلف مباحث کے جوابات تحریر کئے ہیں لیکن زیرنظر کتاب میں صرف بعثت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں ابن خلدون کے نظریات کی تردید کرتے ہوئے مدلل جواب دیا گیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ ملّت اسلامیہ کیلئے اہمیت کا حامل ہے۔عام قاری کی سہولت کیلئے اس کتاب کے اخیر میں شامل ضمیمہ میں بعض اصطلاحات حدیث کی مختصر تشریح اور بعض ائمہ حدیث اور راویوں کی تاریخ وفات بھی درج کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ضرورت و بعثت مہدی کے تعلق سے گمراہ ذہنوں کو ہدایت سے سرفراز فرمائے۔آمین

سید یداللہ شجیع یداللّٰہی

صدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی

www.khalifatullahmehdi.info

پیش لفظ

الحمد لله! بحر العلوم علاّمہ سید اشرف شمسیؒ برد اللہ مضجعہ کی اہم تالیف ''اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون'' برادرم سید نجم الدین صاحب یداللہی کی سعی سے طبع ہو رہی ہے۔ چونکہ ابن خلدون کے مقدمہ میں بعثتِ مہدی موعودؑ کی احادیث کے خلاف نظریات ہیں اس لئے یقین ہے کہ متقدمین علمائے مہدویہ نے ضرور اس کا جواب لکھا ہوگا۔ لیکن مسلسل ہجرت اور جابجا سے اخراج کی وجہ سے جیسے کہ ان کا بیشمار علمی سرمایہ تباہ و ناپید ہوگیا اسی طرح اس جواب کا بھی حشر ہوا ہوگا۔ بہرحال علامہ شمسیؒ صاحب کے لئے یہ اہم کام مقدر ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۳۳۶ھ میں یہ تالیف مکمل کر دی۔

یادش بخیر! علامہ کے بھتیجے سلطان الواعظین الحاج مولانا سید مرتضٰی صاحب مرحوم نے کوئی ۱۳۴۰ھ میں اس کی طباعت شروع کردی۔ درمیان میں سوء اتفاق سے اصل کتاب گم ہوگئی اور کام رک گیا۔ بڑی تلاش کے بعد کوئی تیس سال بعد اچانک یہ کتاب علامہ شمسیؒ کے موقوفہ کتب خانہ میں مل گئی جو علامتہ العصر الحاج مولانا سید شہاب الدین صاحب مرحوم کے پاس منتقل ہو گیا ہے۔

اس کی افادیت کے پیش نظر خانِ علامہ استاذی مولانا محمد سعادۃ اللہ خاں صاحبؒ مولوی کامل متکلم نے مجلس علماء میں اس کی طباعت کی تحریک پیش کر کے منظور کروالی خود اس پر مقدمہ لکھ کر اکثر حصہ مجلس میں سنایا بھی تھا۔ افسوس کہ اب بوقت طباعت وہ مقدمہ نہ مل سکا ورنہ ضرور شامل کتاب ہوتا۔

علامہ شمسیؒ صاحب نے دوسروں کے کسی جواب سے استفادہ یا استمداد کے بغیر جواب لکھا ہے اور یہ مہدویوں کی پہلی تالیف ہے جس میں ابن خلدون کے نظریات کی تردید ہے اور ابن خلدون کا فن حدیث میں ناقص ہونا ثابت ہے۔ اس تالیف کی ایک اہمیت یہ ہے کہ امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برحق ہونے کا ثبوت زیادہ تر جن احادیثِ شریفہ سے ملتا ہے اور ان ہی احادیث سے بعثتِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اشارات رکھنے والی قرآنی آیاتِ کریمہ کی جو تفسیر ہوتی ہے۔ ان احادیث کا صحیح و قابل اعتقاد ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

خوش بختی سے اس اہم کتاب کی طباعت و اشاعت کا انتظام علامہ شمسیؒ کے پوتے' برادرم مولوی سید نجم الدین صاحب یداللہی کے حصہ میں آیا ہے۔ اس کتاب کی بنیادی افادیت سے نہ صرف مہدوی مستفید ہوں گے بلکہ یہ علمائے اسلام خصوصاً علمائے وابستگانِ ائمہ اہل سنت کے لئے یکساں مفید ہے۔ کیونکہ ضرورت بعثتِ مہدی موعودؑ کا مسئلہ ضروریات دین اور اعتقادیاتِ اسلام میں داخل ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ شمسیؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور برادرم موصوف کو دارین میں اجر جزیل سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین اور علامہ موصوف کی دیگر تالیفات بھی یکے بعد دیگرے جلد طبع ہو کر محفوظ ہو جائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین

فقیر ابو سعید سید محمود تشریف اللہی

معتمد مجلس علمائے مہدویہ ہند

داعی اجماع فقرائے مہدویہ حیدرآباد دکن

www.khalifatullahmehdi.info

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیاً ۔ احادیث مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سے محدثین نے روایت کی ہے بلکہ بعضوں نے مستقل رسالے ان احادیث میں لکھے ہیں مثلاً شیخ جلال الدین السیوطی، شیخ ابن حجر ہیتمی، ملا علی القاری وغیرہ۔ صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں باب المہدی لکھ کر احادیث مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذکر کیا ہے۔ مورخ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ان احادیث کو لکھا ہے اور ان کے روایات میں جرح وتعدیل کی بحث اس انداز سے کی ہے کہ گویا مورخ نے احادیث میں مخالفانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہے۔ اور اخیر میں بیان کیا ہے کہ ان احادیث کی تنقید کے بعد قلیل حدیثیں باقی رہ جاتی ہیں جن سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجیٔ ثابت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں جب تاریخ ابن خلدون اور اس کا مقدمہ طبع ہو کر ان لوگوں کے پاس پہنچا جو قرآن مجید کے سوائے احادیث نبوی کو اصول دین میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل اسلام کے اصول اور جن پر اسلام کی بنا ہے چار ہیں۔ اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید دوم سنت یعنی حدیث رسول اللہ ﷺ سوم اجماع امت چہارم قیاس۔ مگر ان لوگوں کے پاس قرآن مجید کے سوائے کوئی چیز اصل دین نہیں ہے۔ اگر چہ قرآن مجید کو اصل دین تسلیم کیا ہے تاہم اس میں بھی اپنے عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور آیات ظاہرہ وصریحہ میں ایسی بے جا اور بے معنی تاویلیں کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اس سے ان کی اصلی غرض یہ ہے کہ مذہبی اصول وفروغ جس قدر ضعیف وکمزور ہوتے جائیں اور اسلامی پابندیاں جتنی گھٹتی جائیں آزادی ہوجاتی ہے۔ غرض جب ان لوگوں نے مقدمہ ابن خلدون کو پڑھا اور اس میں احادیث مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جرح وتعدیل پر اپنی نظر جمائی تو بہت خوش ہوگئے گویا ان کے سر سے ایک بڑا پہاڑ ٹل گیا۔ کیونکہ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ موجودہ اسلامی اصول وفروغ ہی اتنے شدید ووزنی ہیں کہ ان کی برداشت مشکل ہوگئی ہے اور جب یہ حضرت (مہدی) تشریف لائیں تو نہیں معلوم اور کتنے احکام سناتے ہیں اور کس قدر اصول وفروع کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور پھر تاویلی اوزار سے یہ بیڑیاں کٹ بھی سکتی ہیں یا نہیں خلاصہ یہ کہ اس دھڑکے سے ان کی جان بے چین تھی جب انہوں نے ابن خلدون کے مضمون میں امید سے زیادہ کامیابی دیکھی تو اس کے مضمون کے ترجمہ شروع کئے اور ان کو طبع کرا کے ہندوستان میں مشتہر کیا جن میں مولوی سید احمد خاں اور مولوی مہدی علی خاں اور مولوی احمد شفیع وغیرہ ہیں انہوں نے اس کام میں اوروں سے زیادہ دلچسپی لی۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کا علم بہت مختصر ہے ابن خلدون کے اصلی مضمون پر ایک حرف بھی بڑھا نہ سکے بلکہ جو کچھ اس نے لکھا تھا اس کو نقل کرنا ہی غنیمت سمجھا۔ مگر ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ احادیث کی تنقید محدث کا کام ہے اور مورخ کا کام تاریخ نویسی ہے اس کو منصب تنقید اور جرح وتعدیل سے کیا تعلق ہے چونکہ اس مورخ نے اپنے فرائض کے دائرہ سے باہر نکل کر تنقید احادیث کے میدان میں قدم رکھا ہے اور کہیں اپنی رائے سے بھی بے جا تنقید کی ہے راقم کو برسوں سے یہ خیال تھا کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ جب اس تالیف کا عزم کیا کچھ نہ کچھ موانع درپیش آئے یا کوئی اور ضروری تالیف میں وقت صرف ہوگیا۔ اور یوں یہ کام ادھورا رہ گیا۔ ان دنوں پھر یہ خیال ہوا کہ اس ضروری کام کو پورا کر دیا جائے۔ پس راقم نے ابتدائے ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ سے یہ تالیف شروع کی اور باوجود ہموم اور روحانی صدمات کے آہستہ آہستہ یہ کام جاری رکھا تا آنکہ ۲۵/ شہر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ روز چہارشنبہ کی شام میں یہ مختصر تالیف پوری ہوگئی۔ میں اپنے خدائے کارساز کا کس منہ سے شکر کروں کہ مجھ ناتواں سے جو قریباً آٹھ برس سے مرض استرخاء اعصاب میں مبتلا ہے اور اس

www.khalifatullahmehdi.info

کے سوا کالج عثمانیہ یونیورسٹی میں خدمتِ تدریس وتعلیم پر مامور اور دیگر اوقات سرکاری میں گھر پر بھی درس وتدریس میں مشغول رہتا ہے اس عظیم الشان کام کو پورا کرایا۔ یہ سب اسی کے فضل کا نتیجہ اور اسی کی تائید کا ثمرہ ہے ورنہ اس کثیر الاشغالی کے ساتھ مجھ سے مریض سے یہ تالیف ممکن نہیں ہے۔اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تالیف میرے لئے ذخیرۂ آخرت ہو اور اپنے فضل وکرم سے اسکا ثمرہ مجھے پہنچائے آمین۔

واضح ہو کہ مورخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ان حدیثوں کو نقل کیا ہے جن کو مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں آئمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ان احادیث کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں جنہوں نے ان احادیث کو ضعیف ٹھہرانے میں کوشش کی ہے۔مورخ کا یہ کلام ناقلانہ نہیں ہے بلکہ اس کی بعض تحریروں سے مدعیانہ رنگ ٹپکتا ہے۔ہم اس جگہ مورخ کے وجوہ پر ایک نظر اجمالی ڈالتے ہیں جس سے ان وجوہ کی اصلی صورت پر روشنی پڑ جائے گی اور ثابت ہو جائے گا کہ مورخ اپنے دعوی کے اثبات میں کس قدر ناکامیاب ہے۔

مخفی نہ رہے کہ جو خبر آنحضرت ﷺ سے بہت سے راویوں نے روایت کی ہے اس طرح پر کہ جھوٹی بات پر ان کے متفق ہو جانے کا توہم نہ ہو سکے۔اور اسی کثرت کے ساتھ پہلے اور دوسرے اور تیسرے طبقے میں بھی اس کی روایت کی گئی ہو مثل نقل قرآن اور نماز پنجگانہ کی روایت۔اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اس سے علم ضروری حاصل ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر۔خبر واحدہ وہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک یا دو یا تین صحابیوں نے اس کی روایت کی ہو۔اس خبر سے ظن کا فائدہ ہوتا ہے اور آئمہ نے اس سے اعمال شرعی کا وجوب ثابت کیا ہے۔عقائد کے اثبات پر اس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔اب ہم خبر متواتر کی چند فصلوں میں بحث کریں گے۔

فصل (ا): علماء کو خبر متواتر کے عدد رواۃ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس خبر کے راوی کم ازکم چار ہوں اس عدد کا قیاس انہوں نے عدد شہود زنا پر کیا ہے کیونکہ شہود زنا کا عدد چار ہی ہے۔بعض نے کہا کہ اس کے راوی کم ازکم پانچ ہونا چاہئے۔امام ابوبکر باقلانی نے اس عدد اور اس سے کم کے عدد میں توقف کیا ہے مگر اس سے عدد زائد میں ان کو توقف نہیں ہے۔مثلاً اگر کسی خبر کے راوی چھ ہوں اور پہلے اور دوسرے اور تیسرے طبقے میں اسی عدد سے اس کی روایت ہوئی ہے تو یہ خبر ان کے پاس متواتر ہے۔بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی برتن میں کتّا منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو۔اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سات ایک ایسا عدد ہے کہ اس مرتبہ تک برتن دھویا جانے کے بعد اس کی طہارت کا یقین ہو جاتا ہے جب یہ عدد یقین کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے تو ان لوگوں نے خبر متواتر کے راویوں میں بھی اس عدد کا اعتبار کرلیا۔شیخ اصطخری نے ذکر کیا ہے کہ اس کے راوی کم ازکم دس ہونا ضروری ہے کیونکہ جمع کثرت سے پہلا مرتبہ اسی عدد کا ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی بارہ سے کم نہ ہوں۔اس عدد کا قیاس عدد نقبائے نبی اسرائیل پر کیا گیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’وبعثنا منهم اثنی عشر نقيباً ‘‘(یعنی ہم نے ان میں سے بارہ نقیبوں کو مقرر کیا) اور بعض نے کہا کہ اس کے راوی بیس سے کم نہ ہوں۔اس عدد کا قیاس اس آیت کے عدد پر کیا گیا ہے ’’وان یکن منکم عشرون صابرون یغلبو ا مائتين ‘‘(یعنی اور اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں دوسو پر غالب آئیں گے) اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی چالیس ہونے چاہئے اس کا قیاس مصلیان نماز کے عدد پر کیا گیا ہے کیونکہ پہلی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے چالیس صحابیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی ہے بعض نے کہا ہے کہ لفظ مومنین کے عدد پر جو آیت کریمہ

یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (یعنی اے نبی اللہ تم کو اوران لوگوں کو جومومنین سے تمہاری اتباع کریں کافی ہے) میں مذکور ہے قیاس کیا ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاس چالیس مومن تھے۔اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی ستر ہونا ضرور ہے کیونکہ اصحاب موسیٰ علیہ السلام ستر ہی تھے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’واختار موسیٰ من قومہ سبعین رجلاً لمیقاتنا‘‘ (یعنی موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی طور کیلئے انتخاب کئے) بعض نے کہا ہے کہ تین سو تیرہ آدمی ہیں اس وجہ سے کہ اصحاب بدر اتنے ہی تھے۔حاصل یہ کہ اقوال مختلف فیہ ہیں اور جن وجوہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔حق بات یہ ہے کہ اتنے لوگ اس خبر کے راوی ہوں کہ اس سے یقین حاصل ہوجائے چنانچہ اکثر علماء مثلاً نواوی اور علامہ آمدی وامام غزالی نے اسی بات کو پسند کیا ہے جب ہم خبر مہدی علیہ السلام میں غور کرتے ہیں تو عظیم الشان صحابہ کے ایک جم غفیر نے اس خبر کی روایت آنحضرت ﷺ سے کی اوران اصحاب کرام سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی اور پھر تبع تابعین نے اس کی روایت کی ہے بلکہ بقول مورخ ہر زمانہ میں کافۂ اہل اسلام نے اسکی روایت کی ہے تو ہمری اس تقریر اور قول مورخ کی تحریر مذکور سے خبر مجی مہدی علیہ السلام کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔

فصل (۲): اب بحث یہ ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت کی بھی شرط ہے یانہیں اس کا بیان یہ ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت شرط نہیں ہے۔چنانچہ علامہ سیوطی نے شرح تقریب نواوی میں ذکر کیا ہے۔’’ولذالک یجب العمل بہ من غیر بحث فی رجالہ‘‘ (اوراسی وجہ سے اس کے رجال کی بحث کے بغیر اس پر عمل واجب ہے) اوراسی کتاب میں دوسری جگہ ذکر کیا ہے ’’اجد ھا المتواتر واجیب بانہ لا یعتبر فیہ عدالۃً ‘‘ (یعنی ان میں ایک خبر متواتر ہے اور جواب دیا گیا ہے کہ اس میں عدالت معتبر نہیں ہے) شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے ’’ والمتواتر لا یبحث فیہ عن الرجال بل یجب العمل من غیر بحث (یعنی خبر متواتر میں رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ اس پر بغیر بحث کے عمل واجب ہے) ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ متواتر حدیث کے راویوں کے احوال میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ بغیر بحث کے اس سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ملا علی القاری نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے۔’’ فالمدار الا صلی فی باب التواتر علی الاحالۃ والافادۃ دون اعتبار العدد والعدالۃ‘‘ (یعنی تواتر کے باب میں اصلی مدار کا حوالہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے پر ہے جس میں عدد وعدالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا) یعنی مسئلہ تواتر میں اصلی ضابطہ یہی ہے کہ مفید علم ہو اس میں عدد اور عدالت کا اعتبار نہیں ہے۔علامہ سیف الدین آمدی نے ’’الاحکام فی اصول الاحکام‘‘ میں یہی رائے ظاہر کی ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت شرط نہیں چنانچہ متواتر کے باب میں یہ لکھا ہے۔

ذھب بعضھم الی ان شرط المخبرین ان یکونوا مسلمین عدولاً لان الکفر عرضۃ للکذب والتحریف والاسلام والعدالۃ ضابط الصدق والتحقیق فی القول ولھذہ العلۃ اختص المسلمون بدلا لہ اجما عھم علی القطع ولانہ لووقع العلم بتواتر خبر الکفار لوقع العلم بما اخبر النصاریٰ مع کثرۃ عددھم عن قتل المسیح وصلبہ وما نقلوہ عنہ من کلمۃ التثلیث وھو باطل وانا نجد من انفسنا العلم باخبار العدد الکثیر وان کانوا کفارا کما لواخبراھل قسطنطنیہ بقتل ملکہ ولیس ذالک الا لان الکثرۃ مانعۃ من التواطوء علی الکذب وان لم یکن ذلک ممتنعاً فیما دون تلک الکثرۃ واما الاجماع فانما اختص علماء الاسلام بالاحتجاج بہ

www.khalifatullahmehdi.info

للا دلة السّمعية دون الادلة العقلية كما سبق بخلاف التواتروانه لم يحصل لنا العلم بنا اخبر به النصارى من قتل المسيح وصلبه وكلمة التثليث فيجب ان يكون ذالک محالاً على عدم شرطٍ من شروط التواتر واما باختلال استواء طر فى الخبر ووسطه فيما ذكر نا من الشروط قبل . اولا نهم ما سمعوا كلمة التثليث ويجب اعتقاد ذالک نفيا للكفر عن المسيح على ما قال الله لقد كفر الذين قالو ا ان الله ثالث ثلاثه.

اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نے متواتر کے مخبروں میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مسلمان عادل ہوں کیونکہ کفّار سے جھوٹ اور تحریف بعید نہیں ہے۔ اسلام وعدالت سچائی اور تحقیقی بات کے لئے ضابطہ ہیں اسی وجہ سے مسلمانوں کا اجماع قطع ویقین پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کفار کی خبر متواتر سے حصول یقین تسلیم کیا جائے تو نصاریٰ کی یہ خبر بھی قابل تسلیم ہوگی کہ مسیح علیہ السلام کو یہود نے سولی دی اور آپ کو قتل کر دیا اور کلمۂ تثلیث کی بھی جو نصاریٰ سے منقول ہے تصحیح ہو جائے گی۔ علامہ آمدی کہتے ہیں کہ یہ خیال باطل ہے کیونکہ ہم ان خبروں کو سچے سمجھتے ہیں جن کے راوی بہت سارے ہوں اگر چہ وہ راوی کافر ہوں مثلاً اگر ہم اہل قسطنطنیہ سے یہ خبر سنیں کہ ان کا بادشاہ مرگیا تو ان کی اس خبر کو باور کرلیں گے اور اس خبر کا تسلیم کرنا صرف اس وجہ سے کہ بہت سارے لوگوں کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا ممنوع ہے۔ اجماع کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ اجماع کا حجت ہونا نقلی ادلّہ سے ثابت ہوا ہے۔ اس پر کوئی دلیل عقلی موجود نہیں ہے بخلاف تواتر کے اس کا ثبوت عقلی دلائل سے ہے۔ پس خبر متواتر کا اجماع پر قیاس کرنا بے جا ہے

نصاریٰ کی یہ خبر کہ مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی اور کلمۂ تثلیث جو مسیح علیہ السلام سے مروی ہے خبر متواتر نہیں ہے کیونکہ متواتر کی شرط اس میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے رواۃ کثیر التعداد نہیں ہیں۔ (بلکہ خلاف بھی اخبار موجود ہیں) یا اس وجہ سے یہ خبر متواتر نہیں ہے کہ اس کے طبقہ اولیٰ و وسطیٰ و اخریٰ کے رواۃ میں مساوات نہیں ہے۔

کلمۂ تثلیث اس وجہ سے مسلم نہیں ہے کہ اس کلمۂ کو انہوں نے مسیح علیہ السلام سے صراحۃً نہیں سنا ہے شاید انہوں نے کوئی ایسا کلمہ سنا ہوگا جو تثلیث کے وہم میں ڈالا ہوگا۔ اس وجہ سے انہوں نے تثلیث کی نقل کر دی ہے اور چونکہ کلمۂ کے اعتقاد سے مسیح علیہ السلام کی تکفیر ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة** (یعنی وہ لوگ بلا شبہ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے) لہذا واجب ہے کہ اس کلمہ کی نفی کی جائے۔

غرض علّامہ آمدی کے پاس اس قول کا حاصل یہ ہیکہ خبر متواتر کے مخبرین کیلئے عدالت شرط نہیں ہے۔ مولانا بحر العلوم نے "فاتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں لکھا ہے۔ **العدالة غير معتبرة فى التواتر** (یعنی عدالت خبر متواتر میں معتبر نہیں ہے) شیخ عبدالعزیز بخاری نے "کشف الاسرار شرح بزودی میں ذکر کیا ہے کہ عدالت ان شروط سے نہیں ہے جس کا جمہور نے خبر متواتر میں اعتبار کیا ہے کیونکہ اہل قسطنطنیہ سے اگر ہم کو انکے بادشاہ کی موت کی خبر ملے گی تو ہم کو ان کی خبر سے علم اور یقین حاصل ہو جائے گا" **وعند العامة ليس بشرط للقطع بان اهل قسطنطنيه لواخبروا بقتل ملكهم لحصل العلم بخبرهم وان كانوا كفاراً وفجاراً**" (یعنی عام لوگوں کے پاس عدالت قطع ویقین کیلئے شرط نہیں ہے کیونکہ اہل قسطنطنیہ اگر وہ اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر دیں تو ان کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ کافر و فاجر ہوں) علامہ عضد الدین نے "شرح مختصر الاصول" میں بیان کیا ہے "**فقال قوم يشترط الاسلام والعدالة كما فى الشهادة والا افاد اخبار النصارىٰ بقتل المسيح العلم به**

www.khalifatullahmehdi.info

وانه باطل.الجواب منع حصول شرایط التواتر لاختلال فی الاصل اوالوسط ای قصور الناقلین عن عدد التواتر فی المرتبة الاولی اوشئی مما بینهم وبین الناقلین الینا من عدد التواتر ولذالک ان اهل الصین لوا خبر وا بقتل ملکهم حصل العلم به‘‘

علامہ اسنوی نے بھی شرح منہاج الاصول میں بیان کیا ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں اسلام وعدالت شرط نہیں ہے ان کی عبارت یہ ہے’’ وقد علم منه انه لا یشترط عنده فی المخبرین الاسلام ولا العدالة ولا اختلاف الدین وغیره ‘‘ (اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصولیین کے پاس مخبرین میں نہ اسلام وعدالت کی شرط ہے نہ اختلاف دین وغیرہ کی)

غرض اسی طرح کے اقوال کتب اصول میں موجود ہیں مگر ہم تطویل کے خیال سے بہت سے اقوال چھوڑ دیئے اوران ہی پر کفایت کی ہے۔اس مطلب کے سمجھنے کے لئے یہ اقوال کافی ہیں کہ حدیث متواتر مثل خبر واحد کے نہیں ہے کیونکہ راویٔ خبر واحد کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلم ہو عادل ہو متورع وثقہ ہوسئی الحفظ وغیرہ نہ ہو مجروح ومطعون نہ ہو کذب سے متہم نہ ہو۔لیکن خبر متواتر کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت واسلام واختلاف دین کی شرط نہیں ہے اورنہ اس کے راویوں میں جرح وتعدیل کے اعتبار سے غور کرنے کی حاجت پس جن لوگوں نے کسی خبر کے تواتر کوتسلیم کرنے کے بعد اس کے روایوں میں جرح وتعدیل کے اعتبار سے غور کیا ہے لغو بات کی ہے۔

فصل (۳): ابن صلاح کا یہ خیال ہے کہ خبر متواتر گنتی میں کم ہے۔شیخ جلال الدین سیوطی نے شرح تقریب نووی میں اس قول کی تردید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ بات قلت نظر اور روایت کی کثرت طرق پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے کہی گئی ہے چنانچہ ان کا بیان یہ ہے۔’’لان ذالک نشاء عن قلة الاطلاع علیٰ کثرة الطرق واحوال الرجال وصفا تهم المقتضیه لابعاد العادة ان یتواطوا علی الکذب او یحصل منهم اتفاق (کیونکہ یہ بات کثرت طرق اورراویوں کے احوال وصفات پر قلت اطلاع کی وجہ سے جو بعید از عادت ہونے کو مقتضی ہے انہوں نے کذب پر اتفاق کیا ہے یا ان سے اتفاق حاصل ہوا ہے)

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار متواترہ بہت سارے موجود ہیں مگر روات کے طرق روایت پر اطلاع نہ ہونے سے بعض نے ایسا کہہ دیا ہے جو قابل وثوق نہیں ہے۔اس کے بعد شیخ سیوطی نے ذکر کیا ہے’’ ومن احسن مایقر ربه کون المتواتر موجود اً وجود کثرة فی الاحادیث ان الکتب المشهورة المتداولة بایدی اهل العلم شر قا وغرباً المقطوع عندهم بصحة نسبتها الیٰ مولفها اذا اجتمعت علی اخراج حدیث وتعددت طرقه تعدّد اتحیل العادة تواطوء هم علی الکذب افاد العلم الیقینی بصحة الیٰ قائله ومثل ذالک فی الکتب المشهورة کثیر. قلت قد الفت فی هذا النوع کتاباً لم اسبق الی مثله سمیته الازهار المتناثره فی الاخبار المتواتره مرتبا علی الابواب اوردت فیه کل حدیث باسا نید من خرجه وطرقه . ثم لخصته فی جزء لطیف سمیته قطف الازهار ‘‘ ۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بہتر تقریر یہ ہے کہ کتب حدیث جومشہور اور شرقاً وغرباً علماء کے ہاتھوں میں متداول ہیں اور جن کی نسبت ان کے مولفین کی طرف یقینی ہے اگر ان کتابوں میں کوئی ایک حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہو تو عادت اس بات کوتسلیم نہیں کرتی کہ یہ سب طریقے اوران کے راوی جھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ علم یقینی ہوگا۔یہ حدیث صحیح طریقوں سے اپنے قائل کی طرف منسوب ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

حدیث کی کتابوں میں اس کی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ سیوطی کہتے ہیں کہ میں نے اس خاص موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام" الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ " ہے اس رسالہ میں میں نے حدیثیں جمع کئے ہیں پھر میں نے اس کا اختصار بھی کیا ہے اور اس کا نام" قطف الازہار" رکھا ہے۔

اس جگہ جو کچھ تقریر کی گئی ہے اس سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا امر کہ متواتر وہ خبر ہے جس کے اتنے راوی ہوں کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر اتفاق کرنا ممنوع ہو اور ہر طبقہ میں اس کی روایت اسی طرح کی جماعت نے کی ہو۔

دوسرا امر یہ ہے کہ خبر متواتر کے راویوں میں یہ شرط نہیں ہے کہ مسلم و عادل ہوں چنانچہ جمہور محدثین و علمائے اصول کا یہی مذہب ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ خبر متواتر قلیل الوجود نہیں ہے بلکہ کثیر الوجود ہے شیخ جلال الدین سیوطی کی تحقیق سے یہی مذہب ہے۔

چوتھا امر یہ ہے کہ خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی۔ قسم دوم کی حدیثیں کتب حدیث میں زیادہ موجود ہیں

فصل (۴): اب غور طلب یہ بات ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کی مجی میں جو حدیثیں مروی ہیں وہ متواتر ہیں یا نہیں۔ واضح ہو کہ مہدی علیہ السلام کی خبر متواتر ہے اس وجہ سے کہ صحابۂ رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت نے اس خبر کی روایت کی ہے جن میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و طلحہؓ و ابن مسعودؓ و ابو ہریرہؓ و ابو سعید الخدریؓ و ام حبیبہؓ و ام سلمہؓ و ثوبانؓ و قرہ ابن ابان و علی الھلال و عبداللہ بن الحارث بن جزء ہیں۔ ان کا ذکر مورخ مذکور نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان صحابہ نے خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ مثلاً قتادہؓ و جابرؓ و حذیفہؓ و امام حسینؓ و امام حسنؓ و غیرہم سے بھی خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان احادیث کی تخریج ائمہ حدیث مثلاً ترمذی و ابو داؤد و بزار و ابن ماجہ و حاکم و طبرانی و ابو یعلی الموصلی نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔ مورخ مذکور نے بھی ذکر کیا ہے کہ ان کتابوں میں خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایت مروی ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ مسند امام احمد میں متعدد طریقوں سے خبر مجی مہدی علیہ السلام موجود ہے۔

پس جمہور علماء نے خبر مہدی علیہ السلام کے ان کثیر طرق کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خبر مجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے۔ چنانچہ ملا علی القاری نے "رسالۃ المھدی" میں ذکر کیا ہے" **قد تواترت الاخبار عن رسول الله** ﷺ **بذکر المھدی وانه من اھل بیته** "۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ سے ذکر مہدی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت سے ہونے کی خبر متواتر ہے۔

اور ابن حجر ہیثمی نے ذکر کیا ہے" **قال بعض ائمه الحفاظ ان کون المھدی من ذریته علیه السلام قد تواترت عنه علیه السلام** یعنی بعض حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے کہ ذکر مہدی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت سے ہونے میں آنحضرت ﷺ سے اخبار متواترہ مروی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں ذکر کیا ہے

قد تظاھرت الاحادیث البالغة حد التواتر فی کون المھدی علیه السلام من اھل البیت من ولد فاطمة رضی الله عنھا یعنی اس امر میں کہ مہدی علیہ السلام اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ہیں احادیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

مورخ مذکور نے بھی ابتدائے فصل میں جس میں احادیث مہدی علیہ السلام ذکر کئے ہیں یہ عبارت لکھی ہے "ان المشھور بین الکافۃ من اھل الاسلام علیٰ ممر الاعصار انہ لابد فی اٰخرالزمان من ظھور رجل من اھل البیت یویّد الدین ویظھر العدل ویتبعہ المسلمون ویستولی علی الممالک الاسلامیہ ویسعی بالمھدی" یعنی سب مسلمانوں کے درمیان ہرایک زمانہ میں یہ امر مشہور ہے کہ آخرزمانہ میں اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کا تائید دین اور عدل ظاہر کرنے کے لئے پیدا ہونا ضرور ہے مسلمان اس کی اتباع کریں گے اور ممالک اسلامیہ پر اس کا غلبہ ہوگا۔اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سب اہل اسلام میں قرناً بعدقرن مہدی علیہ السلام کی مجی مشہور ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ قرن صحابہ وقرن تابعین اوران کے بعد کے قرنوں اورزمانوں میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ مہدی علیہ السلام کی مجی ضروری ہے کیونکہ "المشھور بین الکافۃ من اھل الاسلام علیٰ ممر الاعصار" کے یہی معنی ہیں۔

پس مورخ نے بھی اس عبارت سے یہ ثابت کردیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کا ظہورخبرمتواتر سے ثابت ہے کیونکہ خبرمتواتر کی یہی تعریف ہے جومورخ کی عبارت سے ثابت ہوتی ہے اس مورخ نے مہدی علیہ السلام کومتواتر کہنے پراکتفانہیں کیا ہے بلکہ اس کے تواتر کودلیل سے ثابت کیا ہے۔چنانچہ چندسطروں کے بعدلکھا ہے " فنقول ان جماعۃ من الائیمۃ خرجوا احادیث المھدیؑ منھم الترمذی وابوداؤد والبزار وابن ماجہ والحاکم والطبرانی وابو یعلی الموصلی" یعنی احادیث مہدی علیہ السلام کی روایت ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے کی ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ترمذی‘ابوداؤد‘ابن ماجہ‘بزار ‘حاکم‘طبرانی‘ابویعلی موصلی۔ان کتابوں کے اسماء کے ذکرکرنے پربھی مورخ نے اکتفانہیں کیا بلکہ ان صحابہ رضی اللہ عنھم میں سے بعضے صحابہ کے نام بھی ذکر کئے ہیں جن سے مذکورہ ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں حضرت علیؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ وابن طلحہؓ وابن مسعودؓ وابو ہریرۃؓ وانسؓ وابوسعید الخدریؓ وام حبیبہؓ وام سلمہؓ وثوبانؓ وقرہ بن ایاسؓ وعلی الھلالیؓ عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ۔مورخ کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے آنحضرت ﷺ سے خبرمہدی کی روایت کی ہے غرض ان اصحاب کرام سے تابعین رحمھم اللہ نے سنا اوراس کی روایت اپنے اصحاب سے کی اسی طرح اس خبرکی ہرطبقہ میں بقول مورخ کے شہرت ہوتی رہی اور ہرطبقہ دوسرے طبقہ سے اس خبرکی روایت کرتارہا تاآنکہ مورخ کے قول کے مطابق ہرعصرمیں سب مسلمانوں کے درمیان خبرمجی امام مہدی علیہ السلام مشہور ہوگئی۔

واضح ہوکہ مورخ نے جس انداز سے خبرمجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تواتر کوثابت کیا ہے شائدکسی محدث نے اس طرح ثابت کیاہو والفضل ما شھد ت بہ الاعداء

فصل (۵): اب رہی یہ بحث کہ یہ خبرمتواترلفظی ہے یامتواترمعنوی اس کی توضیح یہ ہے متواترلفظی وہ ہے جس کے الفاظ کی روایت ایک ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح پرکی ہوکہ کسی لفظ کی اس میں تبدیلی نہ ہوئی ہومثلاً "من کذّب علّی متعمداً فلیتبواً مقعدہ من النار" (یعنی جس نے مجھ پرعمداً جھوٹ کی تہمت لگائی اس کو چاہئے کہ وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ یا قیام گاہ ناردوزخ سے بنالے)

متواترمعنوی وہ ہے کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے کسی امر کے مختلف وقایع اور مختلف صفات نقل کئے ہوں اوران

کی سب روایتیں کسی خاص امر کے ثبوت میں مشترک ہوں مثلاً کسی نے ذکر کیا کہ حاتم نے کسی کو ایک اونٹ دیا اور دوسرے نے کہا کہ ایک گھوڑا دیا تیسرے نے کہا کہ ایک دینار دیا۔غرض ان مختلف واقعات سے یہ ثابت ہوگا کہ حاتم سخی ہے کیونکہ ان سب واقعات میں امر مشترک سخاوت ہی ہے اور یہی متواتر معنوی ہے اس سے حاتم کی خبر سخاوت متواتر معنوی ہوگی۔

شیخ محدث جلال الدین السیوطی نے شرح تقریب نواوی میں ذکر کیا ہے۔

قد قسم اهل الاصول المتواتر الیٰ لفظی وهوما تواتر لفظه ومعنوی وهو ان ینقل جماعة یستحیل تواطؤ هم علی الکذب وقایع مختلفة تشترک فی امر یتواتر ذالک الامر المشترک کما اذا نقل رجل عن حاتم مثلاً انه اعطیٰ جملاو آخرانه اعطیٰ فرساً واخرانه اعطیٰ دیناراً وهلّم جرّاً فتواتر القدر المشترک فی جمیع القضایا .

علامہ آمدی نے بھی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں یہی تصریح کی ہے۔

مہدی علیہ السلام کے اخبار پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے متعدد صفات اور مختلف حالات ان میں بیان کئے گئے ہیں ۔بعض حدیثوں میں مروی ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاد حسینؓ سے ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ اولاد حسنؓ سے ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ اولاد عباسؓ سے ہیں۔بعض حدیثوں میں مروی ہے کہ آپ وسط امت رسول اللہ ﷺ میں پیدا ہوں گے اور بعض روایتوں میں مروی ہے کہ آپ امت رسول اللہ ﷺ کے آخر میں پیدا ہوں گے اور قتل دجال میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شریک ہوں گے۔بعض میں مروی ہے کہ آپ خلیفۃ اللہ اور خاتم دین رسول اللہ ﷺ ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ پادشاہ ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے تا آنکہ اگر دنیا پوری ہوجائے گی اور اس کا ایک ہی دن باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا بڑھادے گا کہ اس میں حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوں گے۔اس طرح اور مختلف روایتیں آپ کی شان میں مروی ہیں ان سب روایتوں میں امر مشترک یہی ہے کہ آپ کسی ایک زمانہ میں تشریف لائیں گے یہی امر مشترک خبر متواتر ہے۔ان ہی احادیث کے نظر کرتے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ابن حجر ہیتمی اور ملاعلی القاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وجود مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام خبر متواتر معنوی سے ثابت ہے چنانچہ سابق میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔غرض مورخ کے قول مذکور اور ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر مجی متواتر ہے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رسول برحق خاتم امرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ نے امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی کی خبر جو متواتر دی تھی اور اپنی امت مرحومہ کو آپ کے وجود باجود کے منتظر رکھا تھا اسے ۸۴۷ھ میں پیدا کیا۔آپ نے حسب فرمان اللہ جل شانہ اپنی مہدیت کا عام دعوی فرمایا اور عام ہدایت کی برابر ۲۳ برس یہی دعوت رہی اور بالآخر ۹۱۰ھ میں رحلت کی۔**انا لله وانا الیه راجعون .**

فصل (۶): اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ مورخ مذکور نے خبر مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے زور سے متواتر ثابت کرنے کے بعد یہ عقلمندی کی کہ خبر متواتر کے راویوں کی بھی جرح وتعدیل کے اصول پر جانچ پڑتال کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے **الا ان المعروف عن اهل الحدیث ان الجرح مقدم علی التعدیل فاذا وجد نا طعنا فی بعض رجال الاسانید بغفلة او یسؤ حفظ اوضعف او سوء رای تطرق ذالک الیٰ صحة الحدیث** ......(یعنی اہل

حدیث کے پاس تعدیل پر جرح مقدم ہے جب ہم کسی حدیث کے راویوں میں کسی قسم کی غفلت یا سوء حفظ یا سوء رائے کا طعن پاتے ہیں تو اس طعن کا اثر صحت حدیث پر پڑے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طعن کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوجائے گی۔مورخ کی یہ تقریر یہ امر ثابت کرتی ہے کہ مورخ فن حدیث سے بالکل نابلد ہے کیونکہ اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جرح وتعدیل کے اصول کے موافق کونسی قسم کی حدیث جانچی جاتی ہے اور کونسی قسم کی حدیث کے رواۃ میں جرح وتعدیل کے اعتبار کی شرط نہیں ہے چونکہ مورخ اس فن سے محض ناواقف ہے لہذا اس نے یہ بات کہدی کہ ہر حدیث کی صحت پر جرح کا اثر پڑتا ہے

واضح ہو کہ اولاً یہ بات غلط ہے کیونکہ ہمارے سابق کے بیان سے یہ امر ظاہر ہوگیا ہے کہ خبر متواتر کے راویوں میں عدالت شرط نہیں ہے۔جب ان میں عدالت ہی شرط نہیں ہے تو ان میں جرح وتعدیل کی تقدیم کیونکر معتبر ومسموع ہوگی کیونکہ مشرکین وکفار کی خبر متواتر ہوتی ہے مثلاً رستم کی شجاعت اسکندر کا فاتح ہونا۔افلاطون وارسطو کا حکیم ہونا اس وجہ سے کہ خبر متواتر سے ثابت ہے معتبر ومسموع ہے۔جب اس خبر کے راویوں میں ایمان کی شرط نہیں ہے تو ان میں عدالت کی کس طرح شرط ہوگی۔اور بقول مورخ جرح وتعدیل کا کیونکر اعتبار کیا جائے گا۔مورخ کی یہ عقلمندی ہے جو اس نے خبر متواتر کے راویوں پر جرح وتعدیل کی رائے دی ہے جو بالکل غلط ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مورخ نے کلیہ کے طور پر جو یہ بیان کیا ہے کہ '' **الجرح مقدم علیٰ التعدیل** '' کلیتہً صحیح نہیں ہے کیونکہ محدثین کی ہر جرح تعدیل پر مقدم نہیں ہے بلکہ وہ جرح مقبول ہوتی ہے جو مبین ہوا اور جو جرح مبین نہیں ہے وہ مقبول بھی نہیں ہے۔ امام نواوی شارح مسلم نے تقریب میں ذکر کیا ہے **ولا یقبل الجرح الامبین السبب** ۔شیخ محدث سیوطی نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے **لان الناس یختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناء علی ما اعتقدہ جرحاً ولیس بجرح فی نفس الامر . فلا بد من بیان سببہ لینظر ھل ھو قادح اولا** ۔یعنی علماء کو اسباب جرح میں اختلاف ہے جب کوئی شخص کسی پر اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کرے تو اس کا یہ طعن نفس الامر میں جرح نہیں ہے پس سبب جرح کے بیان کی ضرورت ہے جس سے معلوم ہوسکے کہ یہ جرح حقیقت میں بھی قادح ہے یا نہیں۔شیخ سیوطی نے بیان کیا ہے کہ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ جرح مبین ہونی چاہئے چنانچہ شرح تقریب نواوی میں لکھا ہے **وتقیید الجرح بکونہ مفسرّا جار علی ما صححہ المصنف وغیرہ اما صرح بہ ابن دقیق العبد وغیرہ** (یعنی جرح کے ساتھ ان کے مفسّر (مبین) ہونے کی قید لگانا اسی بات پر جاری ہے جس کو مصنف وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ ابن دقیق العبد وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبتہ الفکر میں لکھا ہے **الجرح مقدم علی التعدیل لاکن ان صدر مبیناً من عارف . لانہ ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من یثبت عدالتہ وان صدر من غیرعارف بالاسباب لم یعتبر بہ ایضاء** ابن حجر کہتے ہیں کہ جب کسی عارف اسباب جرح نے جرح مبین کی ہو تو اس کی جرح تعدیل پر مقدم ہوگی اور کسی عارف غیر مبین نے جرح کی تو وہ اس کے حق میں قادح نہ ہوگی جس کی عدالت ثابت ہوچکی ہے اور اگر کسی ایسے شخص نے جرح کی ہے جو اسباب جرح سے واقف نہیں ہے تو وہ جرح بھی معتبر نہ ہوگی۔

علامہ ابن الہمام نے شرح تحریر الکمال میں لکھا ہے **اکثر الفقھاء ومنھم الحنیفۃ واکثر المحدثین ومنھم البخاری لا یقبل الجرح الا مبیناً سببہ** ۔یعنی اکثر فقہا نے جن میں حنفیہ بھی ہیں اور اکثر محدثین نے جن میں امام بخاری بھی

www.khalifatullahmehdi.info

ہیں ذکر کیا ہے کہ جرح مبین کے سوا کوئی جرح مقبول نہیں ہوتی۔

ثالثاً یہ ہے کہ غیر عادل کی جرح وتعدیل علمائے حدیث کے پاس غیر مقبول ہے کیونکہ بالاتفاق ان دونوں میں عدالت کی شرط ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے **وینبغی ان لا یقبل الجرح والتعدیل الا من عدل متیقظ ولا یقبل جرح من افرط فیه** (یعنی ضروری ہے کہ عادل متیقظ (بیدار مغز) کی ہی جرح وتعدیل قبول کی جائے۔اس شخص کی جرح مقبول نہ ہوگی جو حد سے تجاوز کرے) اور شیخ محدث ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔**ان قولهم لا یقبل الجرح الا مفسّرا انما هو ایضا فی جرح ثبتت عدالة صاحبه واستقرت** یعنی محدثین کا یہ قول کہ جو جرح مفسّر ومبین مقبول ہوتی ہے اس جارح سے ایسا شخص مراد ہے جس کی عدالت ثابت اوراس کا دلوں میں استقرار ہو۔

اس تقریر سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی جرح مقبول نہیں ہے بلکہ اس شخص کی جرح مقبول ہوتی ہے جو عادل ہو اوراس کی جرح مبین ہو مورخ نے ان سب شروط کو اڑا دیا اور مطلقاً یہ کہہ دیا کہ تعدیل پر جرح مقدم ہے۔مورخ کی یہ سخت غلطی ہے کہ اس نے جرح مطلق کو تعدیل پر تقدیم کی ہے۔پس یہ کلیہ بالکل غیر صحیح ہے لیکن موجبہ جزئیہ قابل تسلیم ہے یعنی بعض ایسی جرحیں جو مبین اوران کے جارحین عادل ہوں تو وہ مقبول ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ مورخ کو چونکہ حدیث اوراصول حدیث کے فن میں پوری دستگاہ نہیں ہے اس طرح کے سہو اس سے ہونا تعجب خیز بات نہیں ہے۔اور شرح مختصر الاصول میں مذکور ہے **وقال قوم لا یکفی الاطلاق فیهما بل یجیب ذکر السبب** (یعنی جرح وتعدیل علی الاطلاق کافی نہیں ہیں بلکہ ان کا سبب بیان کرنا ضروری ہے)

بعض اہل اصول حدیث کا یہ خیال ہے کہ ایسے شخص پر جرح قابل تسلیم نہیں ہے جس کی عبادت اس کی معصیت پر اوراس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر اوراس کا تزکیہ کرنے والے جارحین پر غالب ہوں خصوصاً جبکہ جارح تعصب مذہبی ورغبت دنیوی سے موصوف ہو۔چنانچہ ان ہی وجوہ سے ابن ابی ذئب نے جو امام مالکؒ پر اور ابن معین نے امام شافعیؒ پر اور نسائی نے احمد بن صالح پر جو کچھ طعن کیا ہے قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ یہ ائمہ مشہور ہیں اوران کے جارحین کی جرح ظنی ہے ممکن ہے کہ بوجہ تعصب جرح کی ہو۔چنانچہ علامہ سید محمد نے شرح احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے **وفصل الخطاب فیه ان الجارح لا یقبل منه الجرح وان فسّره فی حق من غلبت طاعته علی معاصیه ومادحره علی ذاتیه ومزکره علی جارحیه اذا کانت هناک قرینة یشهد العقل ان ذالک من تعصّب مذهبی اومنه فسة دنیویة کما یکون بین النظراء فلا یلتفت الیٰ کلام ابن ابی ذئب فی مالک وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح لان هٰو لاء مشهورون صار الجارح لهم کا الاتی بخبر غریب لوصح لتوفرت الدواعی علی نقله فکان القاطع قائما علی کذبه .**

حاصل یہ ہے کہ مشہور راویوں اور محدثین پر جارحین کے مطاعن خبر واحد کا حکم رکھتے ہیں جس سے ایک طرح کا ظن ہوتا ہے لہذا ایسے مطاعن قابل التفات نہیں ہوتے۔اسی واسطے شیخ ابن حجر عسقلانی نے مقدمۂ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔**واعلم انه قدر وقع من جماعة الطعن فی جماعة بسبب اختلافهم فی العقاید فینبغی التنبة کذالک وعدم الاعتداء به الا بحق**

www.khalifatullahmehdi.info

ہماری اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ اول یہ طعن مبہم مقبول نہیں ہے دوم یہ کہ جارح میں عدالت شرط ہے سوم یہ کہ ایسے طعن بھی قابل تسلیم نہیں ہیں جن کی بناء تعصب مذہبی واختلاف عقیدہ ہے چہارم یہ کہ ایسے طعن بھی لایق قبول نہیں جن کی بناء رغبت دنیا وافتخار دنیوی ہے۔ پنجم ایسی جرح بھی قبول نہیں کی جاسکتی جو ایسے لوگوں پر کی گئی ہے جن کے زہد واتقا کی شہرت ہے اوران کے معدلین جارحین سے کثیر التعداد ہیں۔ پس مورخ ابن خلدون نے جو یہ کلیہ بیان کیا ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے قابل تسلیم نہیں ہے۔

فصل (۷): ابن خلدون کہتا ہے کہ جرح اگر چہ تعدیل پر مقدم ہے مگر صحیحین کے روات پر اس اصل کے اعتبار سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اجماع نے ان دونوں کو قبول کیا ہے اوران کے احادیث پر عمل کیا ہے دوسری کتب حدیث اس درجہ کی نہیں ہیں۔ لہذا ان کے روات میں بحث کی گنجائش ہے۔ ابن خلدون کی اصل عبارت یہ ہے۔ **ولا تقو لنّ مثل ذالک یتطرق الی رجال الصحیحین فان الاجماع قد اتصل فی الامة علی تلقیهما بالقبول والعمل بما فیهما وفی الاجماع اعظم حمایة واحسن دفع ولیس غیر الصحیحین بمثا بتهما فی ذالک فقد نجد مجالا للکلام فی اسانید ها بما نقل عن ائمه الحدیث فی ذالک .**

واضح ہو کہ مورخ کا یہ قول کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہوگیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں پر اکثروں نے طعن واعتراض کئے ہیں اورانکے راویوں کی صحت وسقم پر بحثیں کی ہیں۔ خود امام بخاری سے ان کے بعض شیوخ نے نفرت کی ہے۔ اور باوجود اس نفرت کے بخاری ان کا تقدس تسلیم کرتے ہیں اوراپنی جامع میں ان سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے غواص سے یہ بات بھی چھپی ہوئی نہیں ہے کہ بعض راوی مجروح بھی ہیں۔ چنانچہ ہم اس مقام پر بطور اختصار سب امور پر بحث کریں گے۔ پہلا امر یہ ہے کہ صحیحین کی صحت پر اجماع نہیں ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ **وقد تعرض لذالک ابن الصلاح فی قوله الا مواضع یسیرة انتقد ها علیه الدار قطنی وغیره وقال فی مقدمة شرح مسلم له ما اخذ علیهما یعنی علی البخاری ومسلم وقدح فیه معتمد من الحفاظ فهو مستثنیٰ مما ذکر نا ولعدم الاجماع علی تلقیه بالقبول انتهیٰ**

ابن صلاح کے قول کا خلاصہ یہ ہے بخاری کے چند ایسے مقامات (روایات) کہ جن کی امام محدث دارقطنی نے تنقید کی ہے صحت پر اجماع علماء نہیں ہے اور نیز ابن صلاح نے شرح مسلم کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ جن مقامات میں بخاری ومسلم ماخوذ ہیں یعنی علما نے ان پر اعتراض کیا ہے اور حفاظ معتمدین نے ان میں قدح کی ہے ان کے قبول وتسلیم پر اجماع نہیں ہے یہ حدیثیں ان حدیثوں سے مستثنیٰ ہیں جن کو اکثر علماء نے قبول کیا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ **قد استدرک جماعة علی البخاری ومسلم احادیث اخلا فیهما بشرطهما ونزلت عن درجه ما التزماه وقد الف الدار قطنی فی ذالک ولابی مسعود الدمشقی ایضا علیهما استدراک ولابی الغسانی فی جزء العلل من التقئید استدراک** ۔ یعنی بخاری ومسلم کے وہ احادیث ایک جماعت کے پاس زیر بحث ہیں جن میں ان دونوں اماموں نے اپنے معینہ شروط کے التزام میں خلل ڈالا ہے۔ امام محدث دارقطنی نے ان احادیث کا انتخاب کیا ہے اوران پر جرح کی ہے اور نیز حافظ محدث ابو مسعود دمشقی اورابو الغسانی نے ان دونوں اماموں کے احادیث پر بحث کی

ہے۔
شیخ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین کے سب احادیث کی تسلیم پر اکثر علماء کا اجماع نہیں کیونکہ ان میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جن پر امام محدث دارقطنی اور ابومسعود دمشقی اور ابوالغسانی نے جرحیں کی ہیں۔ امام نووی کی مذکورہ عبارت مقدمہ فتح الباری میں بھی مندرج ہے۔ مورخ چونکہ فن حدیث کا ماہر نہیں ہے اپنی خوش اعتقادی سے یہ بات کہہ دیا کہ صحیحین کی صحت احادیث پر اجماع ہو گیا ہے۔ مگر اس مورخ کو یہ نہیں معلوم کہ صحیحین کے شارح امام نووی و شیخ محدث ابن حجر عسقلانی جو امام بخاری و مسلم بن الحجاج کے بڑے حامی بلکہ ان کے شیدا ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ شیخین کے اکثر حدیثوں کی قدح پر اکثر علماء نے اتفاق کیا ہے اور بعض حدیثوں پر جرح بھی کی ہے اور اس موضوع پر کتابیں تالیف کی ہیں جن کی تصریح امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں کی ہے۔
واضح ہو کہ امام دارقطنی نے صحیح بخاری کے (۱۱۰) حدیثوں پر جرح کی ہے۔ شیخ ابن حجر نے ان کی تصحیح میں بہت عرق ریزی اور جانفشانی کی ہے تاہم بعض جرحوں کی جوابی تقریر میں ان کو یہ کہنا اور تسلیم کرنا پڑا کہ میں نے جو کچھ اس مقام میں دارقطنی کے اعتراض کا جواب لکھا ہے وہ اقناعی (ظنی) بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ یہ اعتراض منجملہ ان اعتراضوں کے ہے جن کا جواب نہیں ہو سکتا۔ شیخ ابن حجر کی اصلی عبارت یہ ہے

هذا جواب اقناعی وهذا عندی من المواضع العقيمة عن الجواب السديد ولا بد للجواد من كبوة والله المستعان .

ہماری تقریر سے ظاہر ہے کہ صحیحین کی جملہ حدیثوں کی تسلیم و قبولیت پر علماء نے اجماع نہیں کیا۔ پس مورخ کا یہ دعویٰ کہ اجماع علماء نے صحیحین کی حدیثوں کو قبول کر لیا ہے صحیح نہیں ہے

دوسرا امر یہ ہے کہ بخاری کے روات بہ نسبت روات مسلم کے زیادہ قوی ہیں مگر خود بخاری کے روات میں بعض شیعہ ہیں بعض خوارج بعض قدریہ ہیں بعض مرجیہ۔ چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے فصل سیاق میں **طعن فيه من رجال هذا الكتاب** اور فصل تمیز اسباب طعن میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے۔ علمائے متقدمین نے فیصلہ کیا ہے کہ اہل سنت کے سوائے سب فرقہ اہل ہویٰ اور بدعتی ہیں۔ پس جو راوی اوصاف مذکورہ سے موصوف ہیں وہ بھی بدعتی **والله عالم بالصواب**

فصل (۸): ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ جن کتب احادیث میں احادیث مجی امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام مروی ہیں چونکہ وہ سب صحیحین کے مساوی المرتبت نہیں ہیں ان میں بحث رواۃ کی گنجائش ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ ان روات میں عدالت کی اشتراط کی بحث کی جائے گی یا دیگر اوصاف کے اشتراط کی۔ قسم اول باطل ہے کیونکہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی ان حدیثوں سے ثابت ہوئی جو متواتر المعنی ہیں اور خود مورخ کی عبارت سے بھی جو فصل بحث متواتر میں نقل کی گئی ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی خبر متواتر ہے اور یہ بھی ہم نے ثابت کیا ہے کہ راویان خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ عادل بھی ہوں بلکہ اس خبر میں یہ شرط ہے کہ اس کے راوی اتنے ہوں کہ ان کا کسی جھوٹی بات پر متفق ہونا ممنوع ہو۔ عام ازیں کہ عادل ہوں یا غیر عادل۔ پس خبر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راویوں میں یہ بحث کرنا کہ فلاں عادل نہیں ہے محض بیکار ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

دوسری قسم بھی باطل ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے صفات راوی مثلاً حفظ۔ضبط۔ثقہ۔صدق وغیرہ میں بحث کی جائے گی۔تو وہ بھی مورخ کے لئے مفید نہیں ہے۔کیونکہ خبر متواتر کے رواۃ میں عام ازیں کہ وہ لفظی ہوں یا معنوی جب عدالت شرط نہیں ہے تو اس کیلئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ راوی ثقہ وصدوق ہوں کیونکہ جب باوجود انتفاء عدالت کے ان کے محض کثیر التعداد ہونے سے ان کی خبر معتبر ہے تو ان صفات کے انتفاء سے بھی ان کی خبر معتبر ہوجائے گی۔پس راوی کا صادق وثقہ ہونا اس میں شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ مخبروں کی اتنی تعداد ہو کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر اتفاق کرنا ممنوع ہو۔اگر بعض راویاں خبر متواتر میں صدق منتفی ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس میں مجموع افراد کا صدق مقصود ہے نہ کہ ہر ایک فرد کا صادق ہونا لیکن خبر متواتر باللفظ میں الفاظ کے حفظ وضبط کی ضرورت ہے۔ہاں روایت بالمعنی میں الفاظ روایت کے حفظ وضبط کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بعض معانی کا حفظ وضبط کافی ہے۔اگر اشخاص کثیر التعداد کوئی روایت کریں جسکا قدر مشترک متحد ہو مثلاً ایک نے کہا کہ میں نے زید کو فقہ پڑھاتے دیکھا ہے دوسرے نے کہا کہ میں نے حدیث پڑھاتے دیکھا ہے تیسرے نے کہا میں نے اس کو تفسیر پڑھاتے دیکھا ہے اگر چہ یہ سب روایتیں مختلف ہیں مگر اس امر میں قدر مشترک متحد ہے کہ زید عالم دینیات ہے ایسی خبر کو متواتر بالمعنی کہتے ہیں۔اس میں الفاظ کے حفظ وضبط کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان روایتوں میں جو معانی مشترک ہیں وہی خبر متواتر معنوی ہے۔

غرض خبر متواتر معنوی میں عدالت کی اور پورے الفاظ کے حفظ وضبط کی شرط نہیں ہے اور نہ پورے معانی میں اتحاد کی شرط ہے بلکہ بعض معانی کے اشتراک شرط ہے اور یہی قدر مشترک متواتر معنوی ہے۔حاصل یہ ہے کہ خبر متواتر کو کسی شرط کے اعتبار سے جانچنے کی ضرورت نہیں ہے

فصل (۹): اب ہم ان حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جو مورخ ابن خلدون کے خیال میں مجروح ہیں۔اگر چہ ہمارے مذکورہ بیانات سے مورخ کے سب اعتراضات رفع ہوگئے ہیں تاہم وہ احادیث اس مقام میں لکھے جاتے ہیں جن میں مورخ نے بحث کی ہے اور اس کے ہر ایک اعتراض کا جواب بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث یہ ہے۔ابوبکر الاسکاف نے ''فوائد الاخبار'' میں انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے۔**عن انس بن مالک عن محمدؒ بن المنکدرعن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کذّب المھدی فقد کفر ومن کذّب بالدجال فقد کفر** مورخ نے ذکر کیا ہے ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت اغرب الاسناد ہے یعنی بہت ہی غریب الاسناد ہے اور بیان کیا ہے کہ اس کے علاوہ ابوبکر الاسکاف پر اتہام کیا گیا ہے کہ یہ وضاع حدیث ہے۔یعنی موضوع حدیثوں کی روایت کرتا ہے۔راقم کہتا ہے کہ ابوبکر بن ابی خیثمہ ائمہ حدیث میں مشہور نہیں ہے اور اس نے اس طعن کو کہ ابوبکر الاسکاف وضاع حدیث ہے کسی امام الحدیث کی طرف منسوب نہیں کیا تا آنکہ جارح کا نام ذکر نہ کیا جائے کوئی طعن مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ جارح جب معلوم ہوگا تو یہ جانچنا ممکن ہوگا کہ جارح عادل ہے یا نہیں اور اس کا یہ طعن مذہبی عصبیت اور اختلاف عقیدہ کی وجہ سے تو نہیں ہوا یا کسی منافست دنیوی کی جہت سے تو جرح نہیں کی یہ سب جروح مردود ہیں جب جارح کا نام ہی مجہول ہو تو ان امور کی تنقید ممکن نہ ہوگی پس ابوبکر بن خیثمہ کی یہ جرح قابل التفات نہیں ہے۔

دوسری حدیث ترمذی وابوداؤد نے طریق عاصم بن ابی النجود سے یہ روایت کی ہے **عن عبد اللہ بن مسعود عن**

www.khalifatullahmehdi.info

النبی ﷺ لولم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل اللہ ذالک الیوم حتیٰ یبعث اللہ فیہ رجلا منی اومن اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ترمذی کے یہ الفاظ ہیں۔ لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی وفی لفظ آخر حتی یلی رجل من اھل بیتی وکلا ھما حدیث حسن صحیح .

ترمذی نے ایک اورطریقہ سے بھی ابوہریرہؓ سے اس مضمون کی حدیث کی ہے اوراس کو ابوہریرہؓ پرموقوف کیا ہے۔مورخ ابن خلدون کہتا ہے کہ محمد بن سعد نے کہا ہے کہ عاصم بن ابی النجو دثقہ ہے مگر وہ اپنی حدیث میں کثیر الخطا ہے۔یعقوب بن سفیان نے ذکر کیا ہے کہ عاصم کی حدیث میں اضطراب ہے۔ابوحاتم نے کہا ہے ابن علبہ نے کہا ہے کہ جس کا نام عاصم ہوگا وہ سیئی الحفظ یعنی اس کا حفظ بد ہوگا۔ابن حواش نے کہا ہے کہ عاصم کی حدیث میں نکرت ہے ابوجعفرعقیلی کہتا ہے کہ اس میں سوء حفظ کے سوا کوئی جرح نہیں ہے۔دارقطنی نے بھی اس کے حفظ میں طعن کیا ہے۔یحیٰی القطان کہتے ہیں کہ میں جس کسی ایسے شخص سے ملا کہ اس کا نام عاصم ہے اس کوروی الحفظ پایا۔

راقم کہتا ہے محمدؒ بن سعد کی عدالت اورعدم تعصب کی تقدیرتسلیم کرنے کے بعد جب ان کی جرح پرغور کیا جاتا ہے تو ان کی جرح مبہم ہے کیونکہ عاصم کا باوجودثقہ ہونے کے کثیرالخطا ہونا یا اسنادروایت میں ہوگا۔الفاظ روایت میں یا معانی روایت میں گروہ اسناد ومعانی میں خاطی ہیں تو ان کا ثقہ ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں ان کی روایت پرکسی طرح کا اعتماد ہی نہیں ہوسکتا اگر الفاظ روایت میں خاطی ہیں اور اسنادروایت اوراس کے معانی میں خاطی نہیں ہیں تو ان کی روایت مسلم ومقبول ہوگی کیونکہ احادیث کی روایت اکثر بالمعنی ہوتی ہے اوراس اعتبار سے وہ ثقہ بھی تسلیم کئے گئے ہیں۔چونکہ محمدؒ بن سعد نے ان شقوں کی تصریح نہیں کی ہے لہذا ان کی جرح مبہم ہوگی۔اور جو جرح مبہم ہوتی ہے وہ مسموع نہیں ہوتی پس محمدؒ بن سعد کی جرح ہی مسموع نہیں ہے۔یعقوب بن سفیان کی جرح بھی مبہم ہے کیونکہ عاصم کی حدیث میں اضطراب ہے تو یہ اضطراب بھی باعتبار الفاظ ہوگا یا معانی یا دونوں میں۔اگر باعتبار الفاظ اضطراب ہے تو الفاظ کے اضطراب سے تبدل الفاظ مراد ہے تو جرح نہیں ہے کیونکہ الفاظ میں تبدل وتغیر ہوا ہی کرتا ہے اگراس سے کوئی اور بات مراد ہے تو اس کا بیان ہونا ضرور ہے۔اگر باقی کی دونوں قسمیں مراد ہیں تو ان کے بیان کی بھی ضرورت ہے غرض ان کی یہ جرح مبہم ہے اور جب وہ مبہم ہے تو غیرمسموع ہے۔ابوحاتم کا یہ کہنا کہ ابن علیہ نے کہا ہے کہ جس کا نام عاصم ہے وہ سیئی الحفظ ہوتا ہے کلیتاً مسموع نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ان کا یہ قیاس بے دلیل ہے ممکن ہے کہ اس نام والے بعض اشخاص جیّد الحفّظ ہوں اور ابن علیہ ان سے نہ ملے ہوں ہم نے یہ توجیہ اس وجہ سے کی ہے کہ اسمِ عاصم اورسیئی الحفظ کے مفہوم یا وجود میں کوئی لزوم عقلی نہیں ہے اور لزوم عرفی مثلاً جودوحاتم ایک آدھ آدمی کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تواترخبر کی شرط ہے۔

ابن خراش کی یہ جرح بھی مجروح ہے کیونکہ اگرعاصم کی حدیث نکرت ہے یعنی وہ منکرالحدیث ہیں تو کس وجہ سے ہیں جبتک یہ وجہ بیان نہ ہوگی یہ جرح جرح نہ ہوگی۔ابوجعفرعقیلی کا یہ کہنا کہ عاصم میں سوءالحفظ ہے اس جرح میں بحث ہے کیونکہ عاصم کا سیئی الحفظ ہونا اگر باعتبار الفاظ روایت ہے تو یہ جرح نہیں ہے اوراگر باعتبار معانی روایت ہے تو اس کا بیان ضرور ہے ورنہ یہ جرح مبہم اورغیر مسموع ہے۔دارقطنی کی جرح میں بھی یہی بحث ہے جوابوجعفرعقیلی کی جرح میں بیان کی گئی ہے یحیٰی القطان نے وہی جرح کی ہے

www.khalifatullahmehdi.info

جو ابن علیہ نے کی ہے اس کا جواب بھی وہی ہے جو ابن علیہ کی جرح میں دیا گیا ہے۔
حاصل یہ ہیکہ یہ سب جرحیں غیر مقبول ہیں۔ اب ہم ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے عاصم کی تعدیل کی ہے عاصم کی دونوں روایتوں کو ذکر کر کے ترمذی کا بیان کرنا کہ **کلا هما حديث حسن صحيح** عاصم کی تعدیل ہے۔ عاصم سے روایت کرنے کے بعد ابوداؤد کا سکوت عاصم کے حق میں تعدیل ہے کیونکہ ابوداؤد نے اپنے رسالہ مشہورہ میں یہ ذکر کیا ہے ان "**ماسكت عليه فی کتابه فهو صالح**۔ مورخ نے رسالہ مشہورہ کے حوالہ سے اس عبارت کو خود بھی ذکر کیا ہے۔ حاکم نے بیان کیا ہے کہ عاصم کے وہ طرق جس میں انہوں نے زر سے اور زر نے عبداللہ سے روایت کی ہے سب صحیح ہیں چنانچہ خود مورخ نے اسی جرح وتعدیل کو ذکر کیا ہے **وطرق عاصم عن زرّ عن عبدالله كلها صحيحة على ما اصليته من الاحتجاج باخبار عاصم اذهو امام من ائمة المسلمين**۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہیکہ عاصم مرد صالح وقاری قرآن ثقہ اور خیر ہیں اور اعمش ان سے زائد الحفظ ہیں۔ ابوزرعہ نے جو امام بخاری کے شیوخ سے ہے عاصم کو ثقہ کہا ہے۔ سفیان ثوری وشعبہ وزایدہ نے جو ائمہ حدیث اور ائمہ مسلمین سے ہیں عاصم سے اس حدیث کی روایت کی ہے جو ابو ہریرہؓ پر موقوف ہوئی ہے۔ بخاری ومسلم نے بھی عاصم سے روایت کی ہے۔ غرض بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی سفیان ثوری شعبہ زایدہ وغیرہ نے عاصم سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے جو ناقدین حدیث سے ہیں حدیث مذکور کو حسن صحیح کہا ہے اور حاکم نے یہ تصریح کردی ہے کہ عاصم کے طرق جو زر کے پاس اور زر سے عبداللہ کے پاس پہنچتے ہیں سب کے سب صحیح ہیں۔ پس امام عاصم کے ثقہ اور مستند ہونے میں کوئی بحث نہیں رہی۔
تیسری حدیث جس کی تخریج ابوداؤد نے قطن بن خلیفہ کے طریقہ سے کی ہے **عن قطن بن خليفة عن القاسم بن ابی مره عن ابی الطفيل عن علی عن النبی** ﷺ **قالو ا لو لم يبق من الدهر الا يوم لبعث الله رجلاً من اهل بيتی يملؤ ها عدلاً كما ملئت جوراً** . مورخ ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ عجلی نے کہا ہے قطن بن خلیفہ حسن الحدیث تو ہے مگر شیعہ ہے۔ ابن معین نے کہا ہے ثقہ اور شیعی ہے۔ احمد بن عبداللہ بن یونس کہتے ہیں کہ ہم قطن بن خلیفہ کے پاس جاتے تھے مگر ان سے حدیث نہیں لکھتے تھے اور کبھی یہ بھی کہا ہے مثل کتے کے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کا قول حجت نہیں ہے۔ ابوبکر بن عیش کہتے ہیں کہ میں نے اس کے سوء مذہب سے اس کی روایت چھوڑ دی ہے۔ جرجانی کہتے ہیں کہ قطن بن خلیفہ کج راہ اور غیر ثقہ ہے۔ راقم کہتا ہے کہ یہ سب جروح تعصب مذہبی کی وجہ سے کی گئی ہے۔ ائمہ نے بیان کیا ہے کہ جو جرحین تعصب مذہبی کی وجہ سے کی جاتی ہے وہ نامقبول ہیں چنانچہ سابق میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے لہذا یہ جرحین نامقبول ہیں۔ اگر ایسی جرحیں موثر ہوتیں تو امام بخاری شیعی وخارجی وقدری ومرجی وغیرہ رواۃ سے اپنی کتاب میں روایت نہ کرتے۔ مقدمہ فتح الباری کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے مختلف العقیدہ محدثین سے اکثر روایت حدیث کی اور یہ روایتیں بخاری میں موجود ہیں۔ ہم ان میں چند راویوں کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری قدس سرہ نے الفضل بن وکین۔ محمد بن عبداللہ الزبیر۔ جریر بن عبدالحمید۔ خالد بن مخلد القطوانی۔ سعید بن فیروز البختری۔ سعید بن اشوع۔ عباد بن العوام۔ عباد بن یعقوب وغیرہم سے روایت کی ان سب پر شیعہ ہونے کی جرح کی گئی ہے اور عمران بن خطان السدوسی۔ اسحاق بن سوید العدوی۔ جریر بن عثمان الحمصی حصین بن نمیر الواسطی۔ عبداللہ بن سالم الاشعری۔ عکرمہ مولی ابن عباسؓ الولید بن کثیر بن یحییٰ المدنی قیس بن الحازم وغیرہم سے روایت کی ہے ان سب رواۃ پر خارجی وناصبی ہونے کی جرح کی گئی ہے اور نیز امام بخاری

قدس سرہ نے قتادہ بن دعامہ کہمس بن المنہال ۔محمد بن سوا السدوسی ۔محمد بن الرحمٰن بن ابی ذئب ۔ثور بن یزید الحمصی حسان بن عطیہ المحاربی ۔الحسن بن ذکران ۔ہارون بن موسیٰ الاعور النحوی وغیرہم سے روایت کی ہے اوران سب پر قدریہ ہونے کا طعن کیا گیا ہے ۔اور نیز امام بخاری نے عمرو بن ابی الکونی ۔محمد بن حازم ۔ابراہیم بن طہمان ۔ذر بن عبداللہ المرہبی ۔شبابۃ بن سواء ۔عثمان بن غیاث ۔عمر بن عمر بن مرہ سے روایت کی ہے اوران سب رواۃ پر مرجیہ ہونے کی جرح کی گئی ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ثقہ وصدوق ہونے کے مختلف العقیدہ ہونے کی وجہ سے جو جروح ہوا کرتے ہیں امام بخاری کے خیال میں وہ ہیچ و پوچ ہیں اسی واسطے اس جلیل القدر امام نے ان رواۃ سے روایت کی ہے ۔مگر شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ان رواۃ سے جو روایت کی ہے شاید ان کی توبہ ومعذرت کی وجہ سے ہو ۔یہ توجیہ ضعیف ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی ہے ۔مورخ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل ویحییٰ بن القطان ویحییٰ بن معین نے قطن بن خلیفہ کی توثیق کی ہے ۔جب ان تین جلیل القدر محدثوں نے قطن بن خلیفہ کی تعدیل وتوثیق کی ہے تو قطن بن خلیفہ کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا

چوتھی حدیث ابوداؤد نے علیؓ سے روایت کی ہے **عن مروان بن المغیرة عن عمر بن ابی قیس عن شعیب بن ابی خالد عن ابی اسحاق النسفی قال قال علی ونظرالی ابنه الحسن ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ سیخرج عن صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق یملاء الارض عدلاً**

مورخ نے بیان کیا ہے **قال ابوداؤد فی عمر بن ابی قیس لاباس به فی حدیثه خطاء وقال الذهبی صدق له اوهام** یعنی ابوداؤد نے ذکر کیا ہے عمر ابن ابی قیس کی روایت میں کوئی خوف نہیں لیکن ان کی حدیث میں خطا ہے ۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا قول قابل بحث ہے ۔اولاً اس وجہ سے کہ ابوداؤد نے اس قول کو جس کتاب میں ذکر کیا ہے مورخ نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے ۔ثانیاً یہ کہ مورخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد کے قول میں منافات ہے کیونکہ جس کی روایت میں خطا ہے اس پر لاباس بہ صادق نہ آئے گا ۔اس پر **باس به** صادق آئے گا نہ کہ **لاباس به** ۔اس تقدیر پر یہ قول لائق استدلال نہ ہوگا اس وجہ سے کہ جرح میں خود اضطراب ہے ۔ذہبی کے قول سے جرح ثابت نہیں ہوتی کیونکہ عمر بن ابی قیس کا صدوق ہونا ذہبی کے قول سے ثابت ہے اب اگر کسی امر خارجی کی وجہ سے اس کو توہم ہوا ہے تو اس کے صدوق ہونے پر اثر نہیں ڈال سکتا ۔

پانچویں حدیث قال هارون حد ثنا عمر بن ابی قیس عن مطرف بن طریف عن ابی الحسن عن هلال بن عمر سمعت علیا یقول قال النبی ﷺ یخرج رجل من ماوراء النهر یقال له الحارث علی مقدمته رجل یقال له منصور یوطی او یمکن لآل محمد ؐ کما مکنت قریش لرسول الله ﷺ وجب علی کل مومن نصره او قال اجا بته ۔اس حدیث کو ابوداؤد نے باب ذکر المہدی میں ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ دیگر محدثین نے بھی اس حدیث کو اسی باب میں ذکر کیا ہو مگر کسی حدیث میں یہ مروی نہیں ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام حارث بھی ہے پس اس حدیث میں جو حارث کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد لینا بے دلیل ہے اور نیز اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حارث نام والا شخص اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہے ۔جب یہ حدیث امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں نہیں ہوتی تو یہاں اس کے رواۃ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

www.khalifatullahmehdi.info

چھٹی حدیث ابو داؤد نے اور ابن ماجہ اور حاکم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے **عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب عن ام سلمہؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ یذکر المھدی فقال نعم ھو من بنی فاطمه ولم یتکلم علیه بتصحیح ولا غیره وقد ضعفه ابو جعفر العقیلی وقال لا یتابع علی بن نقیل علیه ولا یعرف الا به**۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوجعفر عقیلی نے علی بن نفیل کی تضعیف کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اہل صحاح سے ابو داؤد اور ماجہ نے اور حاکم نے جب علی بن نفیل سے روایت کی ہے تو ان ائمہ کا علی بن نفیل سے روایت کرنا علی بن نفیل کے حق میں توثیق ہے اور پھر ان ائمہ کا اس کے باب میں کسی طرح کا کلام نہ کرنا اور بھی موکد توثیق ہوگئی۔

واضح ہو کہ علی بن نفیل سے روایت کر کے ان ائمہ کا یہ تصریح نہ کرنا کہ اس کی حدیث صحیح ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس پر کسی طرح کی جرح نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ کسی راوی کی روایت پر یہ تصریح کرنا کہ اس کی حدیث صحیح ہے یا حسن اس راوی کی تعدیل ہے اور تعدیل بعد جرح ہوتی ہے جب جرح مسموع نہیں ہے تو تصریح تعدیل بے محل ہوگی لہذا ان ائمہ نے علی بن نفیل کی حدیث لکھنے کے بعد الفاظ تعدیل ذکر نہیں کیا۔

ساتویں حدیث ابو داؤد نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے **عن صالح بن الخلیل عن صاحب له عن ام سلمة قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینه هاربا الیٰ مکة فیا تیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعو نه بین الرکن والمقام فیبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رایٰ الناس ذالک اتاه ابدال اهل الشام وعصائب اهل العراق فیبا یعونه ثم لیشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثا فیظهرون علیهم وذالک بعث کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فینقسم المال ویعمل فی لباس البتة بینهم ﷺ ویلقی الاسلام علی الارض فیلبث سبع سنین وقال بعضهم تسع سنین .**

اس روایت میں ابہام ہے کیونکہ صالح بن الخلیل نے ایک شخص سے روایت کی ہے اور اس شخص نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے چونکہ اس شخص کا نام مذکور نہیں ہے لہذا اس سلسلہ میں ابہام ہوگیا۔ مورخ نے ذکر کیا ہے کہ ابوداؤد نے صالح بن الخلیل کی ایک دوسری سند لکھی ہے اور وہ یہ ہے **عن صالح بن الخلیل عن عبد الله بن الحارث عن ام سلمة** اس سند سے پہلی حدیث میں جو ابہام تھا جاتا رہا۔ کیونکہ پہلی حدیث میں صالح بن خلیل نے جس راوی کا نام چھوڑ دیا ہے دوسری حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ وہ عبداللہ بن الحارث ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ اس روایت کے رجال صحیحین ہیں ان میں کسی طرح کی جرح نہیں ہے اور بیان کیا ہے کہ بعضوں نے قتادہ کو مدلس کہا ہے اور مدلس کی حدیث مقبول نہیں ہوتی تا آنکہ اس حدیث کی تصریح نہ کی ہو۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں ذکر مہدی کی تصریح نہیں ہے لیکن ابو داؤد نے اس کو باب المهدی میں ذکر کیا ہے۔ راقم کہتا ہے اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ قتادہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہے اگر راوی مدلس ہے تو صحیحین کی طرف سے اس کا جو جواب دیا جائے گا وہی جواب مورخ کو ہماری طرف سے دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مورخ نے اس جگہ بہت ہی گول گول اور مجمل بحث کی ہے۔ ملا علی القاری نے شرح نخبۃ الفکر میں ذکر کیا ہے شیخ شمس الدین محمد الجزری نے بیان کیا ہے کہ تدلیس کی دو قسمیں ہیں تدلیس اسناد۔ تدلیس شیوخ۔ تدلیس اسناد وہ ہے کہ کوئی راوی

www.khalifatullahmehdi.info

ایسے شخص سے اس کی ملاقات یا معاصرت ہے۔اس خیال سے روایت کرے کہ اس نے اس سے وہ روایت سنی ہے حالانکہ اس نے نہیں سنی اس صورت میں دیکھنا یہ ہے کہ اس نے اس روایت کو کن الفاظ سے روایت کی ہے۔اس نے قال فلاں یقول فلاں سے روایت کی ہے یا الفاظ اخبر نا وحد ثنا یا ان کے ہم معنی الفاظ سے۔اگر اس نے لفظ قول سے روایت کی ہے تو یہ لفظ اتصال سند پر دلالت نہیں کرتا لہذا یہ روایت مقبول نہ ہوگی اگر اس نے الفاظ مذکورہ سے روایت کی ہے تو اس کی روایت محدثین کے پاس مقبول ہے چنانچہ علامہ مذکور کی یہ عبارت ہے **فما بيّن فيه الاتصال كسمعت وحدثنا ونحو ذالك مقبول ففي الصحيحين وغير هما منه كثير**۔نووی کے قول سے ظاہر ہے کہ تدلیس کذب نہیں ہے اس کا حکم بعینہ حدیث مرسل کا حکم ہے چنانچہ نووی کی عبارت یہ ہے **قال النووى وذالك لان التدليس ليس كذ بابل لم يبين فيه الاتصال فلفظه محتمل وحكمه حكم المرسل وانواعه**۔ ہماری تقریر سے ظاہر ہیکہ قتادہ کی روایت احتجاج کے قابل ہے۔

آٹھویں **حدیث** ابو داؤد اور حاکم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے **عن عمران القطان عن قتادة عن ابى بصره عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله** ﷺ **المهدى منى اجلى الجبهة اقنى الا نف يملاء الارض قسطا وعدلا كما ملئت جوراً وظلماً يملك سبع سنين هٰذا لفظ ابى داؤد وسكت عليه ولفظ الحاكم المهدى منا اهل البيت اشم الانف اقنى اجلى يملأ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً وظلماً يعيش هٰكذا وبسط يساره واصبعين من يمينه السبابة والابهام وعقد ثلاثة قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه**۔حاکم نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے لیکن بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔راقم کہتا ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم کے موافق ہے تو بخاری ومسلم کا اس کی روایت نہ کرنا موجب جرح نہیں ہوسکتا۔مورخ کہتا ہے کہ عمران القطان کی روایت کے حجت ہونے میں اختلاف ہے۔بخاری نے اگر چہ عمران القطان سے روایت کی ہے مگر اصالتاً نہیں بلکہ استشہاداً کی ہے۔یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ عمران القطان قوی نہیں ہے کبھی کہتے ہیں کہ لیس بشئی ہے احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ عمران القطان صالح الحدیث ہوگا۔نسائی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔یزید بن زریع کہتے ہیں کہ عمران القطان حروری ہے اور اہل قبلہ پر تلوار کھینچنا جائز رکھتا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عمران القطان اصحاب حسن سے ہے ہم نے سوائے خیر کے اس سے نہیں سنا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ کے زمانہ میں فتوائے سفک دمار دیا تھا۔

راقم کہتا ہے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد سکوت کیا ہے اور اس کے پہلے مورخ نے بیان کیا ہے کہ ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ کسی روایت کے لکھنے کے بعد سکوت کرتے ہیں تو وہ حدیث ان کے پاس صحیح ہوتی ہے تو پھر ابوسعید آجری کا یہ قول کہ میں نے ابو داؤد سے یہ سنا ہے کہ عمران القطان ضعیف ہے ان کے ضابطہ معینہ کے خلاف ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ ان سب جروح کی بناء یزید بن زریع کی وہ جرح ہے جو اس نے یہ تصریح کی ہے کہ عمران القطان حروری ہے۔جب ان محدثین کو یہ جرح مسموع ہوئی تو پھر اختلاف عقائد کی وجہ سے انہوں نے مطاعن مذکورہ کئے ہیں۔یہ مطاعن مسموع نہیں ہوسکتے کیونکہ جو جروح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کیجاتی ہے وہ معتبر نہیں ہوتیں چنانچہ سابق میں اس کی تفصیل کی گئی ہے۔

رہی یہ بات کہ عمران القطان جب حروری ہے یا خارجی ہے تو اس کی روایت غیر معتبر ہوگی یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ بخاری نے اپنی صحیح میں خارجیوں، شیعوں، مرجیوں وغیرہ سے روایت کی ہے اور باوجود اس کے ان کی روایتیں صحیح و معتبر سمجھتے ہیں اور ان سے استدلال کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس حدیث سے جو ابوداؤد کے پاس اور حاکم اس کی شرط مسلم پر ہونے کی تصریح کی ہے قابل استدلال نہ ہو ۔

نویں حدیث ترمذی وابن ماجہ وحاکم نے زید العمی کے طریق سے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے ۔ **عن ابو سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعض شئی حدث فسالنا نبی الله ﷺ فقال ان فی امتی المهدی یخرج یعیش خمساً او سبعاً او تسعاً زید الشاک قال قلنا وما ذاک قال سنین قال فیجئی الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی قال فیحثی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله** ۔ یہ الفاظ ترمذی کے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی یہ روایت ابوسعید خدری سے کی ہے مورخ کہتا ہے کہ ابن ماجہ اور حاکم کے یہ الفاظ ہیں **یکون فی امتی المهدی ان قصر فسبع والا فتسع فتنعم امتی فیه نعمة لم یسمعوا مثلها قط توتی الارض اکلها ولا یدخر منه شئی والمال یومئیذ کدوس فیقوم الرجل فیقول یا مهدی اعطنی فیقول خذ** مورخ نے ذکر کیا ہے کہ ابوحاتم نے زید العمی کو ضعیف کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس سے حدیث لکھی جاسکتی ہے مگر قابل احتجاج نہیں ہے ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ زید العمی کی حدیث ضعیف مگر قابل کتابت ہے ۔ ابوذرعہ کی یہ رائے ہے کہ زید العمی قوی نہیں ہے واہی الحدیث ہے ۔ نسائی نے کہا ہے کہ ضعیف ہے ۔ راقم کہتا ہے کہ ابوحاتم کی یہ جرح کہ زید العمی ضعیف ہے جرح مفسر نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کس وجہ سے اس کا ضعف ہے ۔ ابوذرعہ کی جرح کی بھی یہی حالت ہے چونکہ اسباب جرح نہیں بیان کئے گئے ہیں یہ سب جرحیں معتبر نہیں ہیں اکثر ائمہ نے زید العمی کی مدح وثنا کی ہے دارقطنی اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے زید العمی صالح ہے اور امام احمد بن حنبل نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یزید الرقاشی اور فضل بن عیسیٰ سے زید العمی بہتر ہے ۔ جرجانی کہتے ہیں کہ زید العمی کی حدیث قابل تمسک ہے شعبہ نے جو بہت بڑے محدث ہیں زید العمی سے روایت کی ہے ۔ مورخ نے ذکر کیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث روایت مسلم کی تفسیر ہے مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث کی ہے ۔ **عن جابر قال قال رسول الله ﷺ تکون فی امتی خلیفة یحثی المال حثیا لا یعده عدّا** ۔ اور نیز مسلم نے ابی سعید الخدری سے روایت کی ہے **عن ابی سعید قال من خلفاء کم خلیفه یحثو المال حثیا** اور نیز دوسرے طریقہ سے بھی جابر و ابی سعید سے روایت کی ہے **قال یکون فی اٰخر الزمان خلیفته یقسم المال ولا یعده** ۔ مورخ کہتا ہے کہ مسلم کی ان دونوں روایتوں میں ذکر مہدی نہیں ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ ان احادیث سے مہدی علیہ السلام مراد ہیں ۔

راقم کہتا ہے کہ احادیث مسلم میں اگرچہ ابہام ہے یعنی ان میں مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے مگر ابن ماجہ اور حاکم کی حدیثیں جب اس کی مفسر ہیں تو یہ ابہام رفع ہوجائے گا اور خلیفہ سے ذات مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد ہوگی اور یہی ضابطہ جمہور محدثین کا ہے کہ حدیث مبہم کو مفسر پر محمول کرتے ہیں ۔ اسی طرح مسلم کی مبہم حدیثیں بھی ابن ماجہ اور حاکم کی حدیثوں پر محمول ہوجائیں گی ۔ غرض مسلم کی حدیثوں میں اسم مہدی نہ ہونا ہمارے لئے کوئی مضر نہیں ہے ۔ اور اس اتفاق اور تطابق کی وجہ سے زید العمی کی حدیث بھی قوی ہوجائے گی ۔

دسویں حدیث جو حاکم نے عوف الاعرابی عن ابی الصدیق الناجی کے طریق سے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی تملأ الارض جوراً وظلماً وعدوانا ثم یخرج من اھل بیتی رجل یملؤ ھا قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وعدواناً** . مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین یعنی بخاری ومسلم کی شرط پر ہے اور صحیح ہے لیکن شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ کسی حدیث کا شیخین سے مروی نہ ہونا اس امر کا موجب ضعف نہیں کیونکہ اکثر ایسی حدیثیں جن سے امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین ومحدثین نے استدلال کیا ہے بخاری ومسلم کی صحیحیں میں مروی نہیں ہیں۔ اگر شیخین کا ان احادیث کو ذکر نہ کرنا موجب ضعف ہے تو ان ائمہ ومحدثین کی یہ سب حدیثیں ضعیف ہوجائیں گی اور جب ان کا ضعف مسلم نہیں ہے تو حاکم کی اس حدیث کا ضعف بھی مسلم نہیں ہے ۔مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے سلیمان بن عبید عن ابی الصدیق الناجی کے طریق سے ابوسعید الخذری سے روایت کی ہے **عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال یخرج فی آخر امتی المھدی یسقیه اللہ المغیث وتخرج الارض نباتھا ویعطیٰ المال صحاحاً وتکثر الماشیة وتعظم الامة یعیش سبعاً او ثمانیاً یعنی حججا** اس حدیث کے لکھنے کے بعد حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔
مورخ کہتا ہے کہ سلیمان بن عبید سے اصحاب صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں کی ہے لیکن ابن حبان نے سلیمان بن عبید کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کسی جارح کی جرح کا جو اس پر ہوئی ہو ذکر نہیں کیا ہے۔غرض سلیمان بن عبید مورخ کے پاس ثقہ اور قوی ہے۔اس راوی سے شیخین کا روایت نہ کرنا جو مضر نہیں ہے ہم نے ابھی اس کا بیان کیا ہے۔

مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ابن سلمہ عن مطر الوراق وابی ہارون العبدی کے طریق سے ابوسعید الخذری سے روایت کی ہے **عن ابی سعید الخدری ا ن رسول اللہ ﷺ قال تملا الارض جوراً وظلماً**
مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شرط مسلم پر ہے کیونکہ حماد بن سلمہ اور اس کے شیخ مطر الوراق سے روایت کی ہے مگر حماد بن سلمہ کا دوسرا شیخ جو ہارون العبدی ہے ضعیف ہے اور کذب سے متہم ۔
راقم کہتا ہے کہ حماد بن سلمہ نے جب راوی قوی یعنی مطر الوراق سے روایت کی ہے تو ہارون العبدی کی روایت بھی قوی ہوگئی اور اس کا انجبار ہوگیا۔ پس دونوں حدیثیں قوی ہوگئیں اور کوئی ضعیف نہیں رہی۔

مورخ کہتا ہے کہ محمد بن سلمہ کو محمدؒ بن حزم نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ تصنیف نہ کرتا تو بہتر تھا۔
راقم کہتا ہے کہ محمد بن حزم کا یہ کہنا کہ محمد بن سلمہ منکر الحدیث ہے جرح مبہم ہے کیونکہ یہ نہیں بتایا کہ کس وجہ سے منکر الحدیث ہے پس یہ جرح معتبر نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اصحاب ستہ نے اس سے روایت کی ہے چنانچہ امام بخاری جو شیخ ائمہ حدیث ہیں محمد بن سلمہ کو مشہور الحدیث کہا ہے اور اپنی صحیح میں اس سے استشہاد کیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ امام بخاری کا کسی راوی سے روایت کرنا ہی اسکی توثیق ہے اور اس پر جب یہ تصریح بھی کی ہو کہ وہ مشہور الحدیث ہے تو یہ تصریح محمد بن سلمہ کے حق میں کتنی زبردست توثیق ہوگی۔ابوداؤد نے بھی محمد بن سلمہ سے روایت کی اور نسائی نے بھی۔ یہ سب مورخ نے ذکر کیا ہے۔
گیارھویں حدیث طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں طریق ابی الواصل سے یہ روایت کی ہے **عن ابی الواصل عبد**

www.khalifatullahmehdi.info

الحمید بن واصل عن ابی الصدیق الناجی عن الحسن بن یزید السعدی احد بنی بھدلة عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یخرج رجل من امتی یقول بسنتی ینزل اللہ عزّ وجلّ له القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملا الارض منه قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعمل علی ھذا الامة سبع سنین وینزل بیت المقدس

مورخ کہتا ہے کہ اسی معجم اوسط میں طبرانی نے کہا ہے کہ ایک جماعت ابی الصدیق الناجی سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کسی نے ابی الصدیق اور ابوسعید الخدری کے درمیان کسی راوی کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن ابو واصل نے ان دونوں کے درمیاں الحسن بن یزید السعدی کو ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے الحسن بن یزید کو ذکر تو کیا ہے مگر اس اسناد مذکورہ کے سوائے الحسن بن یزید اس کے پاس مشہور آدمی نہیں ہے۔ ذہبی نے میزان میں ذکر کیا ہے کہ الحسن بن یزید مجہول ہے پھر مورخ کہتا ہے کہ لا کن ذکرہ ابن حبان فی الثقات یعنی ابن حبان نے الحسن بن یزید کو ثقات میں ذکر کیا ہے اس صورت میں ذہبی کا یہ طعن باطل ہوگیا کہ الحسن بن یزید مجہول ہے کیونکہ ذہبی کے پاس اگر الحسن بن یزید مجہول ہے تو دیگر اصحاب رجال کے پاس مشہور اور ثقہ ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ ابو الواصل سے اصحاب ستہ نے روایت نہیں کی لیکن ابن حبان نے ثقات طبقہ ثانیہ میں ابوالواصل کو ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابوا لواصل انس سے بھی روایت کرتا ہے اور اس سے شعبہ وعتاب بن بشر روایت کرتے ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ اصحاب ستہ کا ابوالواصل سے روایت نہ کرنا ابوالواصل کے ضعف کا موجب نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اصحاب ستہ نے سب ثقات سے روایت کی ہے اور کوئی ثقہ شخص ایسا نہیں ہے جو ان کا راوی نہ ہو۔ جب یہ بات ثابت نہیں ہے تو یہ کہنا درست ہے کہ اصحاب ستہ نے بعض ثقہ راویوں سے روایت کی ہے اور بعض ثقہ ایسے بھی ہیں جن سے اصحاب ستہ نہ ملے ہوں اور ان سے روایت نہ کی ہو۔ غرض اصحاب ستہ کا کسی شخص سے روایت نہ کرنا اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ جب ابن حبان نے ابوالواصل کو ثقات طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے تو پھر کچھ اعتراض نہ رہا۔ اور نیز شعبہ اور عتاب بن بشر جیسے محدثین ابوالواصل سے روایت کرتے ہیں تو پھر بخاری ومسلم کے روایت نہ کرنے کا کیا ذکر۔ حاصل یہ ہے کہ اس میں مورخ کو کسی گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔

بارھویں حدیث ابن ماجہ نے کتاب سنن میں یزید بن ابی زیاد کے طریق سے روایت کی ہے۔ **عن یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم عن ملقمه عن عبداللہ بن مسعود قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اقبل فتیة من بنی ھاشم فلما رأھم رسول اللہ ﷺ ذرفت عیناہ وتغیر لونه قال فقلت ما نزال نری فی وجھک شیئا نکرھه فقال انا اھل البیت اختار اللہ لنا الآخرة علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاءً وتشریداً و تطریداً حتی یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیساً لون الخیر فلا یعطو نه فیقاتلون وینصر ون فیعطون ماساً لوافلا یقبلو نه حتیٰ ید فعو نھا الی رجل من اھل بیتی فیملؤ ھا قسطاً کما ملوھا جوراً فمن ادرک ذالک منھم فلیا تھم ولوحبواً علی الثلج**

مورخ کہتا ہے کہ یہ حدیث 'حدیث رایات' کے نام سے محدثین کے پاس مشہور ہے اس حدیث میں جو یزید بن ابی زیاد

www.khalifatullahmehdi.info

راوی ہے شعبہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث غیر مرفوعہ کو مرفوع کرتا تھا محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کبار ائمہ شیعہ سے ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ حافظ نہیں ہے یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ ضعیف ہے العجلی کہتے ہیں کہ جابر الحدیث ہے ابوزرعہ کا یہ مقولہ ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے جرجانی کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث کو ضعیف ٹھہرایا ہے ابوداؤد کہتے ہیں کہ کسی نے اس کی حدیث کو نہیں چھوڑا مگر اس کی روایت سے مجھے دوسرے کی روایت بہتر معلوم ہوتی ہے ابن عدی کا یہ قول ہے کہ یہ شیعۂ کوفیین میں سے ہے مسلم نے اس راوی سے روایت کی ہے مگر دوسرے راوی سے روایت کر کے اس کی حدیث کو قوی کیا ہے۔ غرض ان ائمہ حدیث نے حدیث رایات کو ضعیف ٹھہرایا ہے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ سے سنا ہے کہ زید بن ابی زیاد پچاس قسمیں کھا کر کوئی روایت کرے گا تو میں اس کو سچ نہ مانوں گا عقیلی نے اس حدیث کو ضعفا میں لکھا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے

راقم کہتا ہے کہ شعبہ کا یہ طعن کہ یزید بن ابی زیاد غیر مرفوعہ حدیثوں کو مرفوع کرتا ہے درحقیقت جرح نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے شعبہ کو جو حدیثیں موقوف ملی ہوں وہ حدیثیں دوسرے اسناد سے یزید بن ابی زیاد کو مرفوع ملی ہوں۔ امام احمد بن حنبل کا قول کہ یزید بن ابی زیاد حافظ نہیں ہے قابل بحث ہے اس وجہ سے کہ اگر امام احمد بن حنبل نے یہ بات کسی سے سنی ہے اور وہ اس کا معاصر ہے تو اس کا نام ذکر کرنا ضرور ہے اور اگر معاصر نہیں ہے تو اس کے معاصر تک اس کا سلسلہ پہنچنا چاہئے اور اگر خود معاصر ہیں تو یہ تصریح کرنی چاہئے کہ میں یزید بن ابی زیاد سے ملا ہوں اور ان سے حدیث سنا ہوں وہ حافظ نہیں ہیں۔ جب ان کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے تو یہ جرح مبہم سمجھی جائے گی۔ یحیٰ بن معین کا یہ طعن کہ یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں۔ چونکہ ضعف کی وجہ مذکور نہیں ہے جرح مبہم ہے جو معتبر نہیں ہے۔ جرجانی کی جرح کی بھی یہی کیفیت ہے ان سب کی جرح کی بنا دراصل اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ہے کیونکہ محمد بن الفضل اور ابن عدی کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد ائمہ شیعہ سے ہے۔ جب یہ جروح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ہیں تو سب غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے۔

تیرھویں حدیث ابن ماجہ نے یاسین العجلی کے طریق سے یہ روایت کی ہے۔ **عن یاسین العجلی عن ابراهیم بن محمد ابن الحنیفیة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ المهدی منّا اهل البیت یصلح الله به فی لیلة** ۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ یاسین العجلی مختلف فیہ ہے۔ ابن معین نے کہا ہے **لیس به باس** یعنی اس کی روایت میں کوئی خوف نہیں ہے ۔ مگر بخاری نے فیہ نظر کہا ہے تو یہ لفظ بخاری کے مصطلحات سے ہے اور زیادہ ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اور ذہبی نے میزان میں اس حدیث کو استنکاراً ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یاسین العجلی ضعف میں معروف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ امام بخاری کی جرح مبہم ہے کیونکہ اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ یاسین العجلی میں بخاری نے کس وجہ سے نظر کی ہے۔ جب تک وجہ جرح معلوم نہ ہوگی جرح معتبر نہ ہوگی اگرچہ بخاری ایک شیخ اعظم ہیں مگر جمہور علمائے اصول حدیث کا یہ مذہب ہے کہ جرح مفسر ہونی چاہئے۔ ابن عدی کا کامل میں اور ذہبی کا میزان میں حدیث یاسین العجلی کو استنکاراً ذکر کرنا جرح نہیں ہے اگر نفس استنکار جرح مبہم ہوگی اور ظاہر ہے کہ جرح مبہم غیر معتبر ہے۔

چودھویں حدیث طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے **عن علی رضی الله انه قال النبی ﷺ**

www.khalifatullahmehdi.info

امنا المهدی ام من غیر نا یا رسول الله فقال بل منا بنا یختم الله کما بنا فتح وبنا لستنفذون من الشرک وبنا یولف الله بین قلوبھم بعد عداوۃ بینۃ کما بنا الف بین قلوبھم بعد عداوۃ الشرک قال علی أمومنون ام کافرون قال مفتون و کافر انتھیٰ۔ مورخ نے بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے اور دوسرا راوی عمر بن جابر الحضرمی ہے اور وہ اس سے بھی ضعیف ہے۔

راقم کہتا ہے کہ یہ دونوں قول مورخ نے کہے ہیں اور ان کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے اور اگر منسوب بھی کیا ہوتا تو یہ مبہم جرحیں غیر معتبر ہوتیں۔

مورخ کہتا ہے کہ نسائی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ غیر ثقہ ہے اور اس کا یہ قول تھا کہ علیؓ بادل میں ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ عبداللہ ہمارے ساتھ بیٹھا کرتا تھا جب کبھی بادل گزرتا ہوا دیکھتا تو یہ کہتا کہ بادل میں سے حضرت علی گزرے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہیکہ عبداللہ بن لہیعہ نے جابر سے احادیث منکر کی روایت کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ کبھی جھوٹ بھی بولتا تھا۔

راقم کہتا ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ پر جو کچھ جرحیں کی گئی ہیں اس کی بناء یہی ہے کہ وہ شیعہ تھا اور اعتقاد اس سے مسموع ہوا ہے کہ حضرت علیؓ بادل میں رہیں جب یہ عقیدہ محدثین کے پاس لغو ہے تو یہ سب مطاعن اسی عقیدہ کی بناء پر کی گئی ہیں مگر راویاں شیعی اور خارجی سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے اور ان کے رفض وخروج کو روایت کی ضعف کی بنا نہیں ٹھہرائی ہے اور باوجود اس اختلاف عقاید کے ان کی روایت مکتوب اور قابل استدلال سمجھی جاتی ہے تو عبداللہ بن لہیعہ کے حدیث کا کیوں اعتبار نہ کیا جائے۔ امام احمد بن حنبل کا یہ کہنا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ جھوٹ کہتا تھا اس صورت میں قابل تسلیم ہوتا کہ مخبر کا نام ذکر کیا ہوتا اور اس کی عدالت وثقہ ہونے کا حال معلوم ہوتا اس وقت چونکہ وہ مخبر مجہول الاسم اور مجہول الحال ہے لہذا یہ جرح جرح مبہم کے حکم میں ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے۔

پندرھویں حدیث۔ طبرانی نے تحریر کی ہے عن علی رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال یکون فی اٰخر الزمان فتنه یحصل الناس فیھلکما یحصل الذھب فی المعدن فل تسبوا اھل الشام ولکن سبوا اشرارھم فان فیھم الابدال یوشک ان یرسل علی اھل الشام صیب من السماء فیفرق جماعتھم حتی لو قاتلتھم الثعالب غلبتھم فعند ذالک یخرج خارج من اھل بیتی فی ثلٰث رایات المکثر یقول بھم خمسه عشر الفا والمقلل یقول بھم اثنا عشر الفاوامارتھم امت امت یلقون سبع رایات تحت کل رایة منھا رجل یطلب الملک فیقتلھم الله ویرد الله الی المسلمین الفتھم ونعمتھم وقاصیھم ورایھم ۔ مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ ہے اور یہ ضعیف اور معروف الحال ہے اسی حدیث کو مستدرک میں حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح الاسناد بیان کیا ہے اور شیخین نے اس کی روایت سے ذکر نہیں کیا اس کے بعد ذکر کیا ہے ثم یظھر الھاشمی فیردالله الناس الی الفتھم۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ اس روایت کے اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ نہیں ہے اور یہ اسناد صحیح جس طرح پر کہ حاکم نے بیان کیا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ جب حاکم کی یہ روایت اسناداً صحیح ہے تو طبرانی کی روایت جس میں عبداللہ بن لہیعہ ہے قوی ہو جائے گی اس وجہ سے کہ یہ حدیث اس

www.khalifatullahmehdi.info

حدیث سے جس کا راوی عبداللہ بن لہیعہ ہے معنی میں موافق ہے اور یہی قول جمہور محدثین کا ہے

سولھویں حدیث ۔ حاکم نے مستدرک میں ابی الطفیل کے طریق سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ **عن ابی الطفیل عن محمد بن الحنيفية قال كنا عند عليّ رضی الله عنه فسأ له رجل عن المهدی فقال عليّ هيهات ثم عقد بيده سبعا فقال ذالک يخرج فی آخرالزمان اذا قال الرجل الله الله قتل ويجمع الله له قوماً قزع كقزع السحاب يولف الله بين قلوبهم فلا يستوحشون الى احد ولا يفرحون باحد دخل فيهم عدتهم على عدة اهل بدر لم يسبقهم الاولون ولا يدركهم الآخرون وعلى اصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر قال ابو الطفيل قال ابن الحنيفية اتريده قلت نعم قال فانه يخرج من بين هذين الاخبثين قلت لا جرم والله ولا ادعهما حتى اموت ومات بها يعنی مكة** . مورخ نے ذکر کیا ہے کہ حاکم نے کہا ہے یہ حدیث صحیحین کے شروط کے مطابق ہے انتہی مورخ کہتا ہے کہ صرف شرط مسلم پر ہے کیونکہ اس حدیث کے اسناد میں عمار ذہبی اور یونس بن ابی اسحٰق ہے بخاری نے ان دونوں سے روایت نہیں کی ہے۔ اور عمرو بن محمد العبقر ی ہے اس سے بخاری نے روایت تو کی ہے مگر احتجاج کے طور پر نہیں کی بلکہ استشہاداً روایت کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا بیان بے محل ہے کیونکہ حاکم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین کے شروط پر اور صحیح ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ شیخین نے اس حدیث کے اسناد کے راویوں سے روایت کی ہے اس صورت میں مورخ کا یہ بحث کرنا کہ فلاں فلاں راوی سے جو اس حدیث کے اسناد میں ہیں بخاری نے روایت نہیں کی ہے بے کار اور بے محل ہے

مورخ بیان کرتا ہے کہ عمرو بن محمد العبقر ی سے بخاری نے استشہاداً روایت کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ عمرو بن محمد العبقر ی کی روایت اگر مفید استشہاد ہے تو یہی احتجاج ہے۔ اور اگر مفید استشہاد نہیں ہے تو ان سے بخاری کا روایت کرنا ہی بیکار ہے۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ امام احمد بن حنبل و ابن معین و ابو حاتم ونسائی وغیرہ نے عمار ذہبی کی توثیق کی ہے مگر علی بن المدینی نے سفیان سے یہ روایت کی ہے کہ بشر بن مروان نے عمار ذہبی کے ٹانچے کاٹ ڈالے تھے میں نے ان سے پوچھا کس جرم میں؟ فرمایا کہ شیعہ ہونے کی وجہ سے۔

راقم کہتا ہے کہ اگر شیعہ ہونے کے جرم میں عمار ذہبی کو یہ سزا دی گئی تھی اور وہ شیعی تھے تو ان کے شیعہ ہونے سے روایت ضعیف نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کا شیعہ ہونا ان کی روایت میں ضعف پیدا کرتا ہے تو پھر بخاری ومسلم کی وہ روایتیں کیونکر ضعیف نہ سمجھی جائیں جن کی اسانید میں شیعہ وخوارج وقدریہ ومرجیہ راوی موجود ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

سترھویں حدیث۔ ابن ماجہ نے انس ابن مالکؓ سے روایت کی ہے **عن سعد بن عبدالحميد بن جعفر عن علی بن زياد اليمامی عن عكرمة بن عمار عن اسحاق بن عبدالله عن انس قال سمعت رسول الله ﷺ يقول نحن ولد عبدالمطلب سادات اهل الجنة انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسين والمهدی** انتہیٰ مورخ کہتا ہے کہ اگرچہ مسلم نے عکرمہ بن عمار سے روایت کی ہے مگر منفرداً نہیں متابعۃً روایت کی ہے اور بعض نے اس پر جرح کی ہے اور بعض نے توثیق۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ مدلس ہے پس جب تک سماع کی تصریح نہ کرے اس کی حدیث مقبول نہ ہوگی۔ ذہبی نے کہا

ہے کہ علی بن زیاد کی حقیقت معلوم نہیں کہ یہ کون شخص ہے صحیح یہ ہے کہ علی بن زیاد کی جگہ عبداللہ بن زیاد ہے۔مورخ بیان کرتا ہے کہ سعد بن عبدالحمید کی توثیق یعقوب بن ابی شیبہ نے کی ہے اور یحییٰ بن معین نے لیس بہ باس کہا ہے یعنی سعد کی روایت میں کوئی خوف نہیں ہے مگر ثوری نے اس میں بحث کی ہے۔مورخ کہتا ہے کہ محدثین کہتے ہیں کہ سعد بن عبدالحمید مسائل میں فتوی دیتا تھا اور اس میں غلطی کرتا۔احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سعد بن عبدالحمید کے اس دعوی کا لوگوں نے انکار کیا ہے کہ اس نے امام مالک کی کتابیں سنی ہیں کیونکہ وہ بغداد میں تھا اور حج نہیں کیا تھا پھر مالک سے اس نے کتابیں کیونکر سنیں۔ذہبی نے کہا ہے جنہوں نے اس میں گفتگو کی ہے ان کی گفتگو اس میں قادح نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے کہ ثوری کا طعن مذکورہ مبہم ہے کیونکہ یہ بیان کرنا کہ سعد بن عبدالحمید میں گفتگو ہے کوئی جرح معین نہیں ہے لہذا غیر معتبر ہے۔محدثین کا یہ کہنا کہ سعد بن عبدالحمید فتوے میں غلطی کرتا تھا اس بات کا مستلزم نہیں ہے کہ روایت حدیث میں بھی غلطی کرتا تھا کیونکہ فتویٰ میں اجتہاد و استدلال کی ضرورت ہے اور روایت حدیث میں اس کی ضرورت نہیں ہے پس فتوی میں غلطی کرنے سے روایت حدیث میں بھی غلطی کرنا لازم نہیں ہے پس فتوی میں غلطی کرنے کی وجہ سے احتمال پیدا کرنا کہ روایت حدیث میں بھی غلطی کرتا ہوگا غلط ہے۔امام احمد بن حنبل کا قول مذکور بھی قابل بحث ہے کیونکہ سعد بن عبدالحمید اگر یوں کہتا کہ میں نے فلاں سال مالک سے کتابیں سنی ہیں اور اس سال معین میں ان دونوں کی ملاقات کا ثبوت نہ ملتا تو سعد بن عبدالحمید کا جھوٹ ثابت ہوتا۔حج کے نہ جانے اور عدم ملاقات میں لزوم نہیں ہے کیونکہ وہ ممکن ہے کہ صرف مدینہ گیا ہو اور مالک سے کتابیں سن لی ہوں۔یا وہ مدینہ کو بھی نہ گیا ہو اور کسی دوسری جگہ مالک سے کتابیں سنی ہوں۔کیونکہ امام احمد بن حنبل کے قول مذکور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سعد بن عبدالحمید نے اپنی مدۃ العمر بغداد سے کبھی سفر نہیں کیا اور نیز امام مالک بھی عمر بھر کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔غرض امام احمد بن حنبل کا قول مذکور درایۃً قابلِ تسلیم نہیں ہے۔

اٹھارویں حدیث۔ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔**قال مجاهد قال لی ابن عباس لولم اسمع انک مثل اهل البیت ماحد ثتک بهذا الحدیث قال فقال مجاهد فانه فی ستر لا اذکره لمن یکره قال فقال ابن عباس منا اهل البیت اربعة منا السفاح ومنا المنذرو مناً المنصور ومنّآ المهدی قال فقال مجاهد بیّن لی هٰولاء الاربعة فقال ابن عباس امّا السفاح فربما قتل انصاره وعفا عن عدوه وامّا المنذر اراه یعطی المال الکثیر ولا یتعاظم فی نفسه ویمسک القلیل من حقه واما المنصور فانه یعطی النصر علی عدوه الشطر مما کان یعطی رسول الله ﷺ ویرهب عنه عدوه علی مسیرة شهرین والمنصور یرهب منه عدوه علی مسیرة شهر وامّا المهدی الذی یملاء الارض عدلا کما ملئت جوراً وتامن البهائم السباع وتلقی الارض افلا ذکبدها قال قلت وما افلا زکید ها قال امثال الا سطو انة من الذهب والفضة۔**مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے اس کے اسناد میں اسمٰعیل عن ابیہ ابراہیم ہے اکثر محدثین نے ان دونوں کو ضعیف کہا ہے مگر مسلم نے ان سے روایت کی ہے

راقم کہتا ہے کہ حاکم جیسے محدث کا اس راوی سے روایت کرنا اور اس کو صحیح الاسناد کہنا اور مسلم سا عظیم الشان محدث کا اس سے احتجاجاً

www.khalifatullahmehdi.info

روایت کرنا اسکی توثیق وتعدیل کی زبردست دلیل ہے۔

انیسویں حدیث۔ ابن ماجہ نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے **عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ یقتتل عند کنزکم ثلاثه کلهم ابن خلیفة ثم لا یصیر الیٰ واحد منهم حتی تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونهم قتلالم یقتله قوم ثم ذکر شیئاً لا احفظه قال فاذا رایتموه فبا یعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی** ۔مورخ بیان کرتا ہے کہ اس حدیث کے رجال یعنی راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر اسناد میں ایک راوی جس کا نام ابو قلابہ ہے ذہبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ مدلس ہے اور اسی اسناد میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کی تدلیس مشہور ہے اور نیز اسی اسناد میں عبدالرزاق بن ہمام بھی ہے جو تشیع میں مشہور ہے آخر وقت میں یہ اندھے ہوگئے تھے ایک حدیث کو دوسری حدیث سے مخلوط کر دیتے تھے۔ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شیعہ تھے ان سے فضائل میں ایسی حدیثیں مروی ہیں جن کی روایت کسی نے نہیں کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ جب اس حدیث کے رجال رجال صحیحین ہیں اور ابو قلابہ بھی رجال صحیحین میں داخل ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو رجال صحیحین کی طرف سے دیا گیا ہے اس کا جواب ہم نے ساتویں حدیث کے رجال کی تنقید میں بھی دیا ہے۔فصول سابقہ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ جارح ومعدل کے لئے شرط ہے کہ وہ عادل ہوں اگر جارح غیر عادل ہوگا تو اس کی جرح معتبر نہ ہوگی۔اب بحث یہ ہے کہ مورخ نے عمار ذہبی کی جرح میں ذکر کیا ہے **قال علی بن المدنی عن سفیان ان بشر بن مروان قطع عرقوبیه** . یعنی سفیان نے ذکر کیا ہے کہ بشر بن مروان نے عمار ذہبی کے ٹانچے کاٹ ڈالے تھے جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا شیعی ہونے کی وجہ سے اور سعد بن عبدالحمید کی جرح میں ذکر کیا ہے۔ **فقد تکلم فیه الشوری** یعنی ثوری نے ان میں گفتگو کی ہے ۔مورخ نے عمار ذہبی کی جرح میں فقط سفیان کا لفظ ذکر کیا ہے اور ثوری کا لفظ چھوڑ دیا ہے اور سعد بن عبدالحمید کی جرح میں ثوری کا لفظ لکھا ہے اور سفیان کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔اگر ان راویوں سے سفیان ثوری مراد ہے تو ان کی جرح حسب تصریح مورخ غیر معتبر ہونی چاہئے۔اس وجہ سے کہ مورخ نے اس حدیث کے اسناد میں ابن ماجہ نے تخریج کی ہے سفیان ثوری پر مدلس ہونے کی جرح کی ہے جب سفیان ثوری خود ہی مجروح ہیں ان کی مذکورہ جرحیں جن کو مورخ نے ذکر کیا ہے کس طرح معتبر ہوں گی اور اگر سفیان اور ثوری سے سفیان ثوری مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے دو شخص مراد ہیں تو سفیان کو ان کے مشہور نام یا کنیت یا مقام یا قبیلہ کے ساتھ ذکر کرنا مورخ کا فریضہ تھا جو مورخ سے ترک ہوگیا۔مورخ کی اس قسم کی ذاتی جرحیں اولاً اس وجہ سے غیر معتبر ہیں کہ وہ محدث نہیں ثانیاً اس وجہ سے غیر معتبر ہیں کہ تحریر جرح قابل وثوق نہیں چنانچہ اس کا بیان کیا گیا۔ابن عدی کی یہ جرح کہ عبدالرزاق شیعہ تھے قابل التفات نہیں ہے فضائل کی حدیثوں کا عبدالرزاق سے مروی ہونا اور دوسروں سے ان کا مروی نہ ہونا جرح نہیں ہے۔تا آنکہ عبدالرزاق کی نسبت یہ ثابت نہ کیا جائے کہ یہ وضاع حدیث تھے۔مورخ کی یہ جرح کہ عبدالرزاق احادیث میں خلط ملط کرتے ہیں چونکہ مورخ نے اس جرح کو کسی مورث حافظ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے اور اس تنقید کی مرتبت اس کو حاصل نہیں ہے لہذا قابل جواب نہیں ہے ۔

بیسویں حدیث ۔ابن ماجہ نے طریق بان لہیعہ سے روایت کی ہے **عن عبد الله ابن الحارث بن جزء قال قال رسول الله ﷺ یخرج ناس من المشرق فیوطوٰن للمهدی یعنی سلطانه** . مورخ کہتا ہے کہ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ

www.khalifatullahmehdi.info

ابن لہیعہ اس روایت میں منفرد ہے اور مورخ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن لہیعہ کی حدیث کی نسبت جس کی تخریج طبرانی نے حضرت علیؓ سے کی ہے یہ گفتگو کی ہے کہ وہ ضعیف ہیں ان کے شیخ جو عمر بن جابر ہیں ان سے زیادہ ضعیف۔

راقم کہتا ہے کہ عمر بن جابر کو صرف ضعیف کہہ دینا جرح مبہم ہے اور چونکہ یہ مورخ کی رائے ہے لہذا یہ جرح غیر معتبر ہے۔

عبداللہ بن لہیعہ کی تعدیل میں سابقاً ہم نے تقریر کی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اکیسویں حدیث ۔بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ابی ہریرۃؓ سے روایت کی ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال يكون فی امتی المهدی ان قصر فسبع والافثمان والا فتسع . تنعم فيها امتی نعمة لم ينعموا مثلها ترسل السماء عليهم مدراراً لا تدخر الارض شيئاً من النبات والمال كد وس يقوم الرجل يقول يا مهدی اعطنی فيقول خذ**۔ مورخ کہتا ہے کہ طبرانی اور بزار نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن مروان العجلی منفرد ہے اور بزار نے اس روایت پر یہ زیادہ کیا ہے۔ **ولا نعلم انه تابعه عليه احد** ۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوزرعہ نے محمد بن مروان العجلی پر جرح کی ہے اور لفظ جرح یہ ہے۔ **ليس عندی بذالک** ۔عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میں اور محمد بن مروان العجلی حدیث کی روایت کرتے ہیں حاضر رہتا تھا مگر ان کی حدیثیں نہیں لکھتا تھا۔ اور عبداللہ بن احمد بن حنبل نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ان سے روایت کی ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوداؤد و ابن حبان محمد بن مروان العجلی کی توثیق کی ہے۔ یحییٰ بن معین نے محمد بن مروان العجلی کو صالح کہا ہے اور کبھی یہ بھی کہا کہ **ليس به باس**

راقم کہتا ہے کہ ابوزرعہ نے جو **ليس عندی بذالک** کہا ہے دراصل یہ ان کی رائے ہے عبداللہ بن احمد بن حنبل کا محمد بن مروان سے روایت نہ کرنا جرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جو حدیثیں محمد بن مروان لکھاتے ہوں وہ عبداللہ بن احمد کے پاس موجود ہوں اور یہ حدیثیں ان کو محمد بن مروان کے شیوخ سے ملی ہوں اس صورت میں عبداللہ بن احمد کو محمد بن مروان سے روایت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس صورت میں مورخ کا یہ کہنا **کانّه ضعفه** لغو ہے جب ابوداؤد و ابن حبان و یحییٰ بن معین نے محمد بن مروان العجلی کی توثیق کی ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل کے معاصرین اور ان کے اصحاب نے ان سے روایت کی ہے تو پھر ان کے ثقہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

بائیسویں حدیث۔ ابویعلی الموصلی نے اپنی مسند میں ابی ہریرۃؓ سے روایت کی ہے **عن ابی هريرة قال حدثنی خليل ابوالقاسم ﷺ قال لا تقوم الساعة حتی يخرج عليهم رجل من اهل بيتی فيضربهم حتی يرجو ا الی الحق قال قلت وكم يملک قال خمساً واثنين قال قلت ما خمس واثنين قال لا ادری** ۔ مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں بشر بن نہیک ہے ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں کی جاتی اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے روایت کی اور دیگر ائمہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور ابوحاتم کے قول کی طرف التفات نہیں کیا۔ مورخ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں رجاء ابن رجاء یشکری ہے اس میں محدثین نے اختلاف کیا ہے یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور کبھی صالح بھی۔

راقم کہتا ہے کہ یحییٰ بن معین کی جرح مبہم ہے کیونکہ وجہ نہیں بیان کی لہذا غیر معتبر ہے اور اسی طرح جرح ابوداؤد بھی غرض ہر دو

www.khalifatullahmehdi.info

غیر معتبر ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ ابوزرعہ نے جو شیخ بخاری ہیں ابورجاء بن ابورجاء کی توثیق کی ہے اور خود امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس سے روایت کی ہے ایسے زبردست ائمہ حدیث کی تعدیل کے بعد اس راوی میں کوئی بحث نہیں رہی۔

تیئسویں حدیث۔ ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں قرۃ بن ایاس سے روایت کی ہے۔ **عن قرة بن اياس قال قال رسول الله ﷺ لتملان الارض جوراً وظلماً فاذا ملئت جوراً وظلماً بعث الله رجلا من امتى اسمه اسمى واسم ابيه اسم ابى يملوها عدلاً وقسطا كما ملئت جوراً وظلما فلا تمنع من قطرها شيئاً والا الارض شيئاً من نباتها يلبث فيكم سبعا اوثمانياً وتسعاً يعنى سنين۔** مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں داؤد بن المحبی بن مجرم ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ نے ان کے ضعف کو کسی امام حدیث کے قول سے نقل نہیں کیا ہے اور خود ہی کہا کہ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں چونکہ یہ جرح مبہم ہے کیونکہ سبب ضعف اس میں بیان نہیں کیا ہے علاوہ اس کے مورخ کو حدیث میں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ خود کسی حدیث کو ضعیف کہدے لہذا یہ جرح غیر معتبر ہے۔

چوبیسویں حدیث۔ طبرانی نے معجم اوسط میں ابن عمر سے روایت کی ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال كان رسول الله فى نفر من المهاجرين والانصار فاغلظ الانصارى للعباس فاخذ النبى ﷺ بيد العباس وبيد علىؓ وقال سيخرج من صلب هذا حتىٰ يملاً الارض قسطاً وعدلا فاذارايتم ذالک فعليكم بالفتى التميمى فانه يقبل من قبل المشرق وهو صاحب راية المهدى ۔** مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عمر العمی اور عبداللہ بن لہیعہ ہیں اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ وجہ ضعف چونکہ مذکور نہیں جرح غیر معتبر ہے اور اس وجہ سے بھی کہ خود مورخ نے جرح ذکر کیا ہے اور کسی امام حدیث کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا ہے۔

پچیسویں حدیث ۔ طبرانی نے معجم اوسط میں طلحہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے **عن طلحة بن عبدالله عن النبى ﷺ قال ستكون فتنه لا يسكن منها جانب الاتشاجر جانب حتىٰ ينادى منادى من السماء ان امير كم فلان** ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مثنی ابن الصباح ہے جو ضعیف ہیں اور اس حدیث میں مہدی کا نام بھی صراحۃً مذکور نہیں ہے مگر محدثین نے ابواب مہدی میں اس حدیث کو بھی لکھا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ یہ جرح مبہم ہے اور مورخ نے کی ہے لہذا غیر مقبول ہے واضح ہو کہ محدثین کے پاس امیر کم سے مہدی علیہ السلام کی ذات مراد ہے ورنہ محدثین ابواب مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کو ذکر نہ کرتے۔

چھبیسویں حدیث۔ مورخ کہتا ہے کہ جن لوگوں نے وجوہ مہدی علیہ السلام کا انکار کیا ہے محمد بن خالد الجندی کی حدیث سے جو انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے استدلال کیا ہے۔ **روى الخالدالجندى عن ابان بن صالح بن ابى عياش عن حسن البصرى عن انس مالک عن النبى ﷺ انه قال لا مهدى الا عيسىٰ۔** مورخ کہتا ہے کہ یحییٰ بن معین نے خالد

www.khalifatullahmehdi.info

الجندی کو ثقہ کہا ہے اور بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ خالد اس روایت میں منفرد ہے۔ اور حاکم نے یوں بیان کیا ہے کہ مجہول ہے اس کی اسناد میں بھی اختلاف ہے یہ کہ کبھی ابان بن صالح سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کبھی محمد بن ادریس الشافعی سے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ ابان سے اسکی روایت مجہول ہے اور ابان کی روایت حسن سے متروک ہے۔ اور نیز اس اسناد میں چونکہ حسن نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے یہ حدیث مرسل بھی ہے غرض یہ حدیث ضعیف ہے۔

راقم کہتا ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے صاحب عقد الدرر کہتے ہیں کہ نسائی نے اس روایت کو منکر کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ورایۃً بھی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ خالد اس روایت میں متفرد ہے ان احادیث سے متعارض ہے جن سے مہدیؑ کی مجی کا تواتر ثابت ہوا ہے جب حدیث غریب حدیث متواتر سے متعارض ہوتی ہے تو ضعیف و مضمحل ہو جاتی ہے لہذا یہ حدیث بھی ضعیف و مضمحل ہے۔

فصل (۱۰): مورخ نے ان احادیث کو لکھنے کے بعد ذکر کیا ہے **فهذه جملة الاحاديث التى خرجها الائمه فى شان المهدى وخروجه فى آخر الزمان وهى كما رايت لم يخلص منها من النقد الاالقليل والاقل منه**۔ یعنی یہ وہ سب حدیثیں جن کی شان مہدیؑ میں ائمہ حدیث نے تخریج کی ہے اور ان احادیث کی تنقید کے بعد ان میں سے قلیل واقل ایسی حدیثیں رہ جاتی ہیں جو صحیح ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا یہ قول دو باتوں پر مبنی ہے۔ پہلی یہ کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور دوسری یہ کہ ہر حدیث کے رواۃ میں عدالت کی شرط ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں چنانچہ فصول سابقہ میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مورخ نے اس مسئلہ میں محدثانہ اصول سے نظر نہیں ڈالی بلکہ وہریانہ نظر ڈالی ہے اسی وجہ سے اس نے اصول محدثین کے خلاف اس مسئلہ میں رائے زنی کی ہے ہماری رائے میں مورخ نے چند امور میں غور نہیں کیا۔ پہلا یہ کہ مورخ نے خبر متواتر کے مخبرین میں جرح وتعدیل کے ساتھ نظر ڈالی۔

دوسرا یہ کہ مطلقاً ہر حرج کو تعدیل پر مقدم سمجھا ہے حالانکہ ائمہ محدیثن نے یہ تصریح کی ہے کہ جارح عادل اور اس کی جرح مبیّن ومفسر ہونی چاہئے۔

تیسرا یہ کہ اختلاف عقائد کی وجہ سے جو جرحیں کی جاتی ہیں مورخ نے ان کو معتبر رکھا ہے حالانکہ جمہور ائمہ کے پاس یہ جرحیں معتبر نہیں ہیں۔

چوتھا یہ کہ جس مجروح کی تعدیل دو مشہور اماموں سے ہوگئی ہے محدثین کے پاس اسکی روایت معتبر ہوتی ہے مگر مورخ کے پاس یہ امر مسلم نہیں ہے کیونکہ مورخ نے کسی راوی کے جارحین کو ذکر کرنے کے بعد دو یا دو سے زائد اشخاص کا جو ائمہ حدیث ہیں اور اس کے معدل ذکر کرتا ہے مگر ان کی تعدیل کو ہیچ و پوچ خیال کرتا ہے اور ائمہ کی تعدیل وتوثیق کے بعد بھی اس کے پاس وہ راوی مجروح ہی رہتا ہے۔

پانچواں امر یہ ہے کہ جب کوئی ضعیف روایت قوی روایت سے موثق ہو جاتی ہے تو محدثین کے پاس وہ روایت بھی قوی ہو جاتی ہے مگر مورخ اس کو ضعیف ہی سمجھتا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

وجوہ مذکورہ کے اعتبار کرنے سے اکثر حدیثیں مورخ کی رائے میں مجروح ہوگئیں حالانکہ وہ جمہور محدثین کی رائے میں مجروح نہیں ہیں حق تو یہ بات ہے کہ مورخ نے اس مسئلہ میں دیانت سے کام نہیں لیا ہے اور ایسی بحث کی ہے جسطرح ایک مدعی اور منکر بحث کرتا ہے اگر ذراسی دیانت پر بھی عمل کرتا تو یہ نہ کہتا۔ **لم یخلص منها من الثقات الاالقلیل والاقل منه**۔ بلکہ یہ کہتا کہ ائمہ حدیث کی تنقیدی اصول کے اعتبار سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں۔

واضح ہو کہ مورخ نے چھبیسویں حدیث کے بعد یہ بیان کر کے **فهذه جملة الاحادیث التی خرجها الائمه فی شان المهدی** احادیث مہدی علیہ السلام کی بحث کو ختم کردی ہے۔اور اس کے بعد متصوفین کی طرز پر کچھ گفتگو کی ہے اور ابن ابی واصل و شیخ اکبر ابن العربی الحاتمی کی کتابوں کے جزئی امور بیان کئے ہیں۔اس تقریر میں ذکر کیا ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بیان کیا ہے **وهذا الامام المنتظرهو من اهل البیت من ولد فاطمة**ؓ **وظهوره یکون من بعد مضی خ ف ج من الهجوة** یعنی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل بیت اولاد فاطمہؓ سے ہیں اور آپ کا ظہور خ ف ج کے بعد یعنی ہجرت سے ۶۸۳ سال گذرنے کے بعد ہوگا اس پر مورخ کو اعتراض ہے کہ اس وقت جو آٹھویں صدی ہے امام منتظر کا ظہور نہوا۔

راقم کہتا ہے کہ شیخ نے یہ نہیں بیان کیا کہ ۶۸۳ھ کے گزرنے کے ساتھ ہی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو جائے گا۔ بلکہ شیخ کا یہ منشاء ہے کہ اس مدت کے اندر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور نہ ہوگا اس صورت میں مورخ کا اعتراض محض بیکار ہے۔

مخفی نہ رہے کہ شیخ اکبر ایک ایسے زبردست علامہ ہیں جن کی نظیر علماء اسلام میں ملنا دشوار ہے عقلیات میں امام نقلیات میں مجتہد علوم مغیبہ میں ایک عظیم الشان محقق ہیں۔ان کے اکثر مسائل کشفی وشہودی ہیں مگر ان پر اکثر جگہ برہان بھی پیش کرتے ہیں۔ کشف مغیبات میں ان کو یدطولیٰ ہے علم الحروف اور زایرچۂ عالم میں انہیں خاص بصیرت ہے۔کتاب فتوحات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم الحروف اور دیگر علوم مغیبہ میں بڑا تبحر تھا ان حروف کو جو انتخاب کیا گیا ہے ان میں ممکن ہے کہ ایک خاص راز ہو جس پر علماء رسمی کو اطلاع نہ ہوئی ہو اور ماہرین علوم مغیبہ کی یہ عادت بھی ہے کہ اخبار مغیبہ کو کھلے ہوئے اور صاف لفظوں میں نہیں بیان کرتے بلکہ رمزو اشارات میں بیان کرتے ہیں۔ممکن ہے کہ ان حروف کی بھی وہی حالت ہو۔

شیخ اکبر کا یہ بیان تو ضرور کشفی ہے کہ ۶۸۳ھ کے اندر ظہور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوگا شیخ اکبر نے یہ نہیں بتایا کہ کس سنہ میں آپ کا ظہور فائض النور ہوگا مگر اتنا کیا کہ ۶۸۳ھ کو حروف ج ف خ میں لکھا۔ان حروف کے اگر مسمیات مراد لئے جائیں تو یہ ہوں گے الجیم۔الفا الخا۔اس تقدیر پر عبارت مذکورہ یہ ہوگی بعد مضیٰ خ ف ج **من الهجرة وهی الخا۔ الفا۔ الجیم** اس جملہ کے یہ اعداد ہوں گے وھی الخا ۶۳۲ الفا=۱۱۲+الجیم =۸۴=۸۴۹ ہوئے ان مسمیات کے اعداد ۸۴۹ حاصل ہوگئے ان اعداد سے شیخ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ولادت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۸۴۹ھ میں ہوگی غور کرنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ان ہی حروف یعنی ج۔ف۔خ سے تاریخ وفات مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی خبر دی ہے اس تاریخ کے نکالنے کا اس طرح عمل کیا جائے یعنی ان حروف کے اعداد یعنی ۶۸۳ کو ۴ میں ضرب دیا جائے اور حاصل ضرب کو ۳ پر تقسیم کیا جائے اسکی یہ صورت ہے ۶۸۳×۴ =۲۷۳۲ ÷۳=۹۱۰ خارج قسمت ہوئے معلوم ہوتا کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سنہ وفات ۹۱۰ ہوگا ۔حاصل تقریر یہ ہے کہ سنہ ولادت کے نکالنے میں مسمیات کے جملہ مذکورہ یعنی وہی الخا۔الفا۔الجیم کے اعداد نکالے جائیں اور سن وفات کے نکالنے

www.khalifatullahmehdi.info

کے لئے عمل مذکور کریں جو امور مغیبہ کے اعداد مبہمہ کو جاننے کے لئے اکثر کیا جاتا ہے۔اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر کے خیال میں مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۶۲ برس کی ہے مگر ہمارے پاس ثابت ہے کہ آپ کا سن ولادت ۸۴۷ ہے اور سن وفات وہی ہے جو شیخ اکبر نے بتایا ہے یعنی (۹۱۰) شیخ کے کشف اور وقوع ولادت امام میں صرف ایک برس کا فرق ہے اور سن وفات بالکل مطابق واقع ہے۔

شیخ کے کشف اور روشندلی کا کیا کہنا سبحان اللہ شیخ اپنے کشف سے امور مستقبلہ کی اس طرح خبر دیتے ہیں جیسا امور ماضیہ کی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب.

مورخ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اگرچہ ہر ایک علم وفن کے عنوان قائم کرکے انکے مبادی ومقدمات ذکر کئے ہیں اور اسی طرح مغیبہ مثلاً علم الحروف وزایرچہ عالم کے مبادی میں بھی سنی سنائی بحث کی ہے جس سے اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ مورخ کو ان علوم میں دخل نہیں ہے اسی وجہ سے مورخ سے ان حروف سے مطلب حل نہ ہوسکا جن میں شیخ اکبر نے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی کی ہے۔ باوجود اس کے مورخ کو یہ خیال ہے کہ جو بات اس کے سمجھ میں نہیں آتی وہ مہمل اور غلط ہے حالانکہ اس کی صحت پر دلائل قائم ہیں۔غرض مورخ کے تحریرات میں اسطرح کی باتیں موجود ہیں یہاں ہم کو ان کا گنانا مقصود نہیں اصل مقصد پر ہماری بحث پوری ہوچکی ہے لہذا اس تحریر کو ختم کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کی جناب میں یہ عرض ہے کہ میری محنت کو جو خالصاً لوجہ اللہ ہے ذخیرۂ آخرت فرمائے اور اس ہیچمدان سراپا عصیان کو اپنے جوار عفو ورحمت میں جگہ دے آمین۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

......☆☆☆☆☆......

www.khalifatullahmehdi.info

ضمیمہ

اصطلاحات حدیث

ا۔	حدیث	وہ قول وفعل وتقریر وحال جس کی نسبت حضورؐ کی طرف کی جاتی ہے
۲۔	حدیث قدسی	وہ حدیث جو حضورؐ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے منقول ہو
۳۔	محدث	وہ عالم جو علم حدیث اور اکثر روایات اور ان کے راویوں کے احوال سے واقف ہو۔
۴۔	حافظ	حافظ کا درجہ محدث سے قدرے بلند ہے ۔اسے محدثین کے ہر طبقہ کے افراد کی بابت معلومات ہوتے ہیں۔
۵۔	حاکم	وہ محدث جس کی احادیث سے واقفیت اتنی جامع ہو کہ شاید ہی کچھ حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو۔
۶۔	راوی	حدیث کو نقل کرنے والا۔سند حدیث میں آنے والا ہر فرد''راوی'' کہلاتا ہے اور مجموعہ''سند'' کہلاتا ہے۔
۷۔	سند	ناقلین حدیث وخبر کے ناموں پر مشتمل حصہ۔
۸۔	متن	سند کے بعد کا حصہ کلام یعنی اصل مضمون
۹۔	خبر	اسکی اصطلاحی تعریف میں تین اقوال ہیں (ا) خبر بالکل حدیث کے ہم معنی لفظ ہے۔ (ب) خبر کا مفہوم حدیث کے بالکل برعکس ہے یعنی حدیث وہ کلام ہے جو حضورؐ سے منقول ہو اور خبر وہ کلام ہے جو حضورؐ کے سوا کسی اور سے منقول ہو (ج)''خبر'' حدیث سے زیادہ عام لفظ ہے یعنی حدیث اس کلام کو کہتے ہیں جو حضورؐ سے منقول ہو اور خبر وہ کلام ہے جو حضورؐ یا کسی بھی شخص سے منقول ہو
۱۰	خبر واحد	وہ خبر ہے جو خبر متواتر کی شرطوں پر پوری نہ اترے اور خبر کی روایت کے سلسلوں کی تعداد متعین ہو۔
۱۱	خبر متواتر	اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ہر دور میں اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو جس کا کذب بیانی پر متفق ہونا محال نظر آتا ہو۔
۱۲	صحیح/صحیح لذاتہ	وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک عادل وضابط رواۃ کے ذریعہ مروی ہو اور ہر قسم کے شذوذ وعلت سے پاک ہو۔اصحاب حدیث، اہل اصول اور فقہا کے نزدیک ایسی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔
۱۳	حسن/حسن لذاتہ	وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک ہر قسم کے شذوذ وعلت کے بغیر متصلاً ایسے عادل روات سے مروی ہو جن کا ضبط کچھ کمزور ہو۔ یہ قوت میں صحیح سے کمتر لیکن شرعاً حجت ودلیل ہونے میں صحیح کی مانند ہے۔
۱۴	ضبط	سننے کے وقت سے لے کر دوسروں کے سامنے بیان کرنے تک حدیث کو پورے طور پر محفوظ رکھنا
۱۵	مرفوع	وہ حدیث جو حضورؐ کی طرف منسوب ہو خواہ حضورؐ کا قول وفعل وحال وتقریر ہو
۱۶	موقوف	وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول وفعل ہو یا تقریر۔

www.khalifatullahmehdi.info

۱۷	مجہول	راوی کی ذات اوراس کے ذاتی حالات سے عدم واقفیت کو''الجہالۃ بالراوی'' کہتے ہیں اور وہ شخص جس کی ذات وصفات سے واقفیت نہ ہواسے مجہول کہتے ہیں۔
۱۸	عدالت	اس سے مرادراوی کا عاقل، بالغ، مسلمان ہونا، فسق وفجور سے محفوظ ہونا اور پاکباز متقی ہونا ہے۔
۱۹	ضعیف	وہ حدیث جس میں ''حسن'' کے شرائط نہ پائے جائیں۔
۲۰	مدلّس	وہ حدیث جس کی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کیا جائے۔
۲۱	مدلّس الاسناد	وہ حدیث جسے راوی اپنے استاد سے سنے بغیراس کی طرف نسبت کر کے ایسے الفاظ سے نقل کرے کہ جن سے براہ راست سننے کا گمان ہو۔
۲۲	مدلّس الشیوخ	وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لئے کوئی غیر معروف نام، لقب، کنیت یا نسبت ذکر کرے تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔
۲۳	موضوع	وہ مضمون جس کی بصورت حدیث حضورؐ کی طرف جھوٹی نسبت کی جائے۔یعنی وضع کردہ یا گھڑی ہوئی حدیث
۲۴	طعن	راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی عدالت یعنی دین وکرداراور ضبط وحفظ کے حق میں کلام کیا جائے اورکسی وجہ سے ان کو مجروح قرار دیا جائے
۲۵	تخریج	حدیث کے اصل ماخذ اوراس کے مرتبہ کی تحقیق کرنا اور بیان کرنا
۲۶	منکر	وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو اغلاط کی زیادتی یا غفلت کی شدت یا فسق کے ساتھ متصف ہو۔
۲۷	مضطرب	وہ حدیث جو مختلف طرق سے مروی ہو اور سب طرق قوت ومرتبہ میں مساوی ہوں اس کیفیت کو''اضطراب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یکساں درجہ کے طرق کی وجہ سے کسی ایک طریق کو دوسرے طرق پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو
۲۸	جرح وتعدیل	راوی کے اندر شرائط مقبولیت کے وجود یا عدم وجود کے بیان کو''جرح وتعدیل'' کہتے ہیں
۲۹	جرح	راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید جس سے اس کی حیثیت داغدار و مجروح ہو
۳۰	تعدیل	راوی کے اندر عدالت وضبط کے وجود کا بیان
۳۱	ثقہ	وہ راوی جو عادل وضابط ہو
۳۲	صحیحین	صحیح بخاری ومسلم

ماخذ : علوم الحدیث از محمد عبید اللہ الأسعدی و اصطلاحات حدیث از ڈاکٹر محمود الطحان

www.khalifatullahmehdi.info

تاریخ وفات ائمہ حدیث ورواۃ

مشہور نام	نام و ولدیت	وفات
۱۔امام ابوحنیفہؒ	نعمان بن ثابت	۱۵۰ھ
۲۔امام مالکؒ	مالک بن انس	۱۷۹ھ
۳۔امام شافعیؒ	محمد بن ادریس	۲۰۴ھ
۴۔امام احمد بن حنبلؒ	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۵۔امام بخاریؒ	محمد بن اسمعیل	۲۵۶ھ
۶۔امام مسلمؒ	مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ
۷۔امام ابوداؤدؒ	سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ
۸۔امام ترمذی	محمد بن عیسیٰ	۲۷۹ھ
۹۔امام نسائی	احمد بن شعیب	۳۰۳ھ
۱۰۔ابن ماجہ	محمد بن یزید	۲۷۳ھ
۱۱۔ابن مسعود	عبداللہ	۳۲ھ
۱۲۔ابن عباس	عبداللہ	۶۸ھ
۱۳۔ابن حبان	ابی حاتم محمد	۳۵۴ھ
۱۴۔ابن عدی		۳۶۵ھ
۱۵۔ابن عبدالبر	محمد یوسف	۴۶۲ھ
۱۶۔ابن ابی ذئب	محمد بن عبدالرحمٰن	۱۵۸ھ
۱۷۔ابن الہمام		۸۶۱ھ
۱۸۔ابن حجر عسقلانی		۸۵۲ھ
۱۹۔ابن حجر الھیثمی		۹۷۴ھ

۲۱۔ابوبکر الباقلانی	محمد بن الطیب	۴۰۳ھ
۲۲۔ابومسعود دمشقی	حافظ ابراہیم بن محمد	۴۰۰ھ
۲۳۔ابوہریرہؓ	عبدالرحمٰن بن صحز	۵۹ھ
۲۴۔ابویعلی الموصلی	احمد بن علی التمیمی	۳۰۷ھ
۲۵۔اُم حبیبہؓ	رملہ بنت ابی سفیان	۴۴ھ
۲۶۔ابوبکر بزار		۲۹۲ھ
۲۷۔امام عقیلی		۳۲۳ھ
۲۸۔آمدی	سیف الدین	۶۳۱ھ
۲۹۔ابن عربیؒ	محی الدین	۶۳۸ھ
۳۰۔احمد بن عبداللہ عجلی		۲۶۱ھ
۳۱۔دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر	۳۸۵ھ
۳۲۔جلال الدین سیوطی		۹۱۱ھ
۳۳۔نووی	محی الدین یحییٰ	۶۷۶ھ
۳۴۔سفیان ثوری		۱۶۱ھ
۳۵۔بیہقی	ابوبکر احمد بن حسین	۴۵۸ھ
۳۶۔طبری	محمد بن جریر	۳۱۰ھ
۳۷۔جرجانی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵ھ
۳۸۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی		۴۳۰ھ

مشہور نام	نام و ولدیت	وفات
۲۰۔ابن ابی حاتم		۳۲۷ھ